زبدۃ الشمائل
شرح
شمائل ترمذی
تالیف
متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن
دار الایمان

زُبدۃ الشمائل شرح شمائل ترمذی

تالیف: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ

ناشر: دارالایمان

www.ahnafmedia.com

www.darul-iman.com

ملنے کے پتے:

دارالایمان، دکان نمبر U-8، گلشن اردو بازار، مین موتی محل سٹاپ کراچی

Phone: 021-34968787 Cell: 0334-2028787

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ سرگودھا 03216353540

فہرست

اکابر علمائے کرام کے تاثرات

عرض مصنف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری زید مجدہ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

''شمائل'' شمال یا شمیلہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں سیرت، عادت اور عمدہ طبیعت۔

''شمائل النبی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، آپ کی وضع قطع، آپ کا لباس و پوشاک، آپ کی نشست وبرخاست اور آپ کے شب و روز کو بیان کیا جاتا ہے۔ سیرت طیبہ کے مضمون کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''ابواب المناقب'' کے شروع میں اکتیس ابواب میں بیان فرمایا ہے مگر انہوں نے محسوس کیا کہ ان ابواب سے سیرت کا حق ادا نہیں ہوا، اس لیے مستقل رسالہ تالیف فرما کر سنن کے ساتھ ملحق فرما دیا۔ گویا یہ رسالہ ابواب المناقب کا ''تتمہ'' ہے، علیحدہ تصنیف نہیں، جس طرح کتاب العلل سنن کا مقدمہ لاحقہ ہے مستقل تصنیف نہیں۔

امام ترمذی نے شمائل کو چھپن ابواب پر تقسیم فرمایا ہے، جس میں تین سو ستانوے حدیثیں ہیں، ان میں سے دو سو تیرہ حدیثیں سنن میں آچکی ہیں، صرف چوراسی روایتیں نئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ترمذی شریف کے اس حصے کو جو قبولیت عطا فرمائی ہے وہ سیرت کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ عربی اور اردو زبان میں اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ اکثر شرحیں اہل علم وفضل کے لیے ہیں، حضرت مولانا

محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم نے بھی اس کی شرح ”زبدۃ الشمائل“ کے نام سے تحریر فرمائی ہے، ”زبدۃ“ کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا عمدہ اور افضل حصہ، دودھ کا عمدہ حصہ مکھن ہے، اس لیے مکھن کو بھی ”زبدہ“ کہتے ہیں، اس کی جمع ”زبد“ آتی ہے۔

شارح کے پیش نظر عوام ہیں اس لیے انہوں نے مکررات کو حذف کر کے خالص مکھن قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ ہر باب کے تحت ”زبدہ“ کے عنوان سے نمبروار تشریحات کی ہیں، جس میں باب کی روایات کا خلاصہ آگیا ہے۔ موصوف کی زبان نہایت آسان اور صاف ہے، انداز بیان بھی پسندیدہ اور پرکشش ہے اور عوام وخواص میں مقبول بھی، آپ کی تصانیف اور تقاریر سے ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے۔ ”زبدۃ الشمائل“ میں قارئین کے لیے دلچسپی کا سامان مہیا ہے، ان شاءاللہ دوسری تصانیف کی طرح یہ تصنیف بھی قبولیت کا شرف حاصل کرے گی۔

وما ذلك على الله بعزيز

خادم دارالعلوم دیوبند

11ذوالقعدہ1437ھ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر مدظلہ

نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مرکزی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین. اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو علی الاطلاق "اسوہ حسنہ" (بہترین نمونہ) قرار دیا ہے۔ جس طرح آپ کے اقوال وافعال تشریعی امور کا درجہ رکھتے ہیں اسی طرح آپ کی طبعی عادات مبارکہ بھی سلامتی فطرت کا ایسا نمونہ ہیں کہ جن کو اپنانا مسلمان کو انسانیت کے اونچے درجات سے ہم آہنگ بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تشریعی اقوال و افعال کی طرح طبعی امور بھی محفوظ و منقول ہیں اور انسانیت کو اپنے مقام رفیع تک لے جانے کے لیے مینارہ نور ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طبعی و عادی طور طریقوں کو محفوظ کرنے کا امتیازی کام امام محمد بن عیسی ترمذی رحمہ اللہ نے "شمائل ترمذی" کے نام سے انجام دیا ہے جو آپ کی معروف کتاب جامع ترمذی کے تتمہ و تکملہ کے طور پر آپ کی کتاب کا حصہ ہے۔ "شمائل ترمذی" کی اردو عربی میں مختلف مفید شروحات بھی موجود ہیں جو ایک مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل و شمائل سے روشناس کرانے کا بہترین سامان ہیں مگر اکثر کتابوں کا انداز بیان خالص علمی یا تحقیقی ہونے کی وجہ سے عام قاری کے استفادے سے ذرا بعید محسوس کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے مؤلف گرامی مولانا محمد الیاس گھمن

صاحب حفظہ اللہ کو جنہوں نے "شمائل ترمذی" کی ضروری ابحاث کو "زبدۃ الشمائل" کے عنوان سے جمع فرمایا۔ مؤلف موصوف کا انداز بیان سادہ، سلیس اور عام فہم ہے جس کی وجہ سے یہ مجموعہ اہل علم کے علاوہ عوام کے فہم اور ادراک سے بھی بعید نہیں اور عام اردو خواں بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

عامۃ المسلمین کو اس بات کا حریص ہونا چاہیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام و آداب کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طبعی و عادی طریقوں کو بھی اپنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور عادات دونوں انسانیت کے لیے معراج کا درجہ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالی امت مسلمہ کو اس کی توفیق نصیب فرمائے اور اس سلسلے میں مصروفِ عمل تمام اہل علم اصحاب دعوت اور مردان میدان کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

وصلی اللہ وسلم علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین.

والسلام

عبدالرزاق اسکندر

یکم رمضان المبارک 1437ھ

بمطابق 7 جون 2016ء

حضرت مولانا صوفی محمد سرور دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلی آلہ وازواجہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

مولانا گھمن صاحب کی زبدۃ الشمائل کتاب میرے پاس تقریظ کے لیے آئی جو انہوں نے جیل میں لکھی، بعض جگہوں سے دیکھی پڑھی بہت مفید پایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی شمائل ترمذی کی اس شرح کو قبول فرمائیں اور ہر خاص و عام کے لیے نافع بنائیں آمین

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

محمد سرور عفی عنہ

مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

24ذی الحجہ 1437ھ

27 ستمبر 2015ء

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی دامت برکاتہم

امیر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ۔مکہ مکرمہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وحدَہ وَالصلاۃُ والسلامُ علیٰ منۡ لَّا نبیَّ بعدَہ وعلیٰ آلہ واصحابِہ وازواجِہ وأتباعِہ أجمعین.

امابعد! محب مکرم متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ العالی نے اس سیاہ کار کو اپنی کتاب "زبدۃ الشمائل" شرح شمائل الترمذی کا مسودہ عنایت فرمایا کہ اس کا مطالعہ کرکے تقریظ لکھوں۔ اس لیے اس سیاہ کار نے اس کا مطالعہ کیا اور اس مبارک کتاب پر تقریظ اپنی خوش قسمتی سمجھ کر لکھنا شروع کردی۔

ہمارے شیخ برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المدنی قدس سرہ العزیز ہمیشہ اہل علم حضرات کو شمائل ترمذی اور اس کی شرح خصائل نبوی کے بہت اہتمام سے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر امر میں ہر مسلمان کے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی شمائل ترمذی کی شرح خصائل نبوی بہت مبارک اور علمائے کرام کے لیے انتہائی مفید وموثر تھی۔ الحمد للہ بہت حضرات نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس کے فیوض سے خوب مستفیض ہوئے۔

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے اپنی اس مختصر شرح میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ عوام مسلمان اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کرسکیں۔ اس لیے ان کا مقدمہ میں ارشاد ہے کہ "یہ کتاب خالص عوام الناس کے لیے ہے، اس لیے اس میں عوامی زبان استعمال کی گئی ہے، پوری کتاب میں شاید ہی کوئی ایسا مقام آیا ہو جہاں کوئی اصطلاحی لفظ استعمال کیا گیا ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا گھمن صاحب کو یہ بھرپور صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ بہت سے مشکل مسائل عام الفاظ میں ایسے بیان فرماتے ہیں کہ ہر عام شخص سطحی علم والا بھی اسے اچھی طرح سمجھ جاتا ہے۔ اس شرح شمائل "زبدۃ الشمائل" کو اللہ تعالی قبولیت سے سر فراز فرمائے اور حضرت مولانا گھمن صاحب کے لیے اسے صدقہ جاریہ مقبولہ بنائے اور برادرانِ اسلام کو اس مبارک کتاب سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور پختہ قلبی تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ مبارکہ بنائے اور ہر حال و ہر عمل میں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کامل اتباع کی توفیق دے کر دونوں جہاں کی خیروں سے سر فراز فرمائے آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و سید رسله و خاتم أنبيائه سيدنا و حبيبنا وقرة أعيننا و نبينا ومولانا محمدنِ النبي الامي الكريم وعلى آله وأصحابه وأزواجه وأتباعه اجمعين وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً.

كتبه الفقير الى رحمة ربه الكريم

شب اتوار

7 رمضان المبارک 1437ھ

بمطابق 12 جون 2016ء

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا نور الہادی زید مجدہ

مدیر دار العلوم تعلیم القرآن شاہ منصور ضلع صوابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادِہ الَّذِین اصطفیٰ و بعد!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت ایمان کا حصہ ہے اور اس عشق و محبت کے حوالے سے یہ امت مرحومہ بحمد اللہ بہت ہی زرخیز رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا کیا کہنا! امت کے علماء و صلحاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست، ان کا حلیہ مبارکہ، ان کے اخلاق کریمانہ غرض ہر حوالے سے آپ علیہ السلام کی مکمل تصویرِ حیات امت کے سامنے کماحقہ پیش کی ہے۔

مذکورہ بالا پہلو سے خدمت ”شمائل نبوی“ کہلاتی ہے۔ الحمد للہ اسی سلسلہ میں مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کی کتاب ”زبدۃ الشمائل“ علماء وطلباء کے لیے عام فہم ہونے کے ساتھ مفید ثابت ہو گی۔

بندہ کو دیکھنے کی فرصت تو نہیں ملی البتہ تصدیق کنندہ حضرات کی تصدیقات پر اعتماد کرتے ہوئے یہ چند سطور حوالہ قرطاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ کتاب اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر امت کے لیے نافع بنائیں۔

نور الہادی

11- ذوالقعدہ 1437ھ

15- اگست 2016ء

حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مروت مدظلہ

رئیس دار الافتاء جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

باسمہ تعالیٰ

الاخ المحترم مولانا محمد الیاس گھمن زید مجدہ کی کتاب شرح شمائل ترمذی "زبدۃ الشمائل" کی صورت میں میرے سامنے ہے۔ یہ محنت جیل کے زمانہ اسیری کی ہے۔ "شمائل ترمذی" پر ہر زمانہ میں محنت ہوئی اور کتب لکھی گئیں اور موجودہ زمانہ کی یہ قابل قدر محنت حضرت مولانا محمد الیاس گھمن زید مجدہ کے حصہ میں آئی اور مولانا موصوف نے خوب شرح و تشریح کرتے ہوئے "شمائل ترمذی" کا حق ادا کیا ہے۔

ان شاء اللہ یہ کتاب اساتذہ کرام اور طلبہ عظام کے لیے بہت مفید رہے گی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی یہ محنت اور کاوش قبول کر کے زادِ آخرت بنائے اور مولانا موصوف کو اس جیسی کتاب کی طرح اور کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

سیف اللہ حقانی

29 شوال 1437ھ

4-اگست 2016ء

حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی زید مجدہ

جامعہ دار العلوم زکریا ترنول۔ اسلام آباد

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین، اما بعد!

ہر عاشق صادق کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ قدرت کی عطا کردہ بہترین صلاحیتیں اپنے آقا و مولا سرورِ کائنات، فخر موجودات، خاتم النبیین، سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر نچھاور کر دے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کا ذکر کر کے آیت مبارکہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے خدمت گزاروں میں شامل ہو جائے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ادنیٰ غلام یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے اپنے آقا و مولا کی عظمت و شان کا لاکھواں حصہ بھی ادا کر دیا ہے۔

22 رمضان المبارک 1437ھ بعد نماز مغرب محترم حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ جامعہ دار العلوم زکریا تشریف لائے اور اپنی کتاب "زبدۃ الشمائل" شرح شمائل ترمذی پر چند کلمات تحریر کرنے کے لیے فرمایا۔ حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، مختلف موضوعات پر آپ کی قیمتی تصنیفات کا سلسلہ ملتا رہا ہے، مگر سیرت کے عنوان پر یہ آپ کی پہلی خدمت ہے۔ یہ کتاب تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کو بڑھانے کے لیے ہے۔ شمائل ترمذی پر ہمارے مرشدِ پاک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی "خصائل نبوی" شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ آپ اس کتاب کو اہتمام سے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، خود احقر کو بھی مدینہ منورہ کے قیام میں اس کی خصوصی تاکید فرمائی۔

اس عنوان پر اب جتنی بھی کاوشیں ہو رہی ہیں وہ سب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک کتاب ہی سے استفادہ ہے۔ آج کل کے علماء کرام کا اس طرف متوجہ ہونا بے حد مفید، مبارک اور ضروری ہے کہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباعِ سنت کے بغیر کامیابی وکامرانی ناممکن ہے۔ احقر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی وجہ سے پورا مسودہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا، مختلف مقامات کو دیکھنے کے بعد آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی وابی وامی کے ثناء خوانوں کے دفتر میں نام لکھوانے کے لیے چند سطریں لکھوا رہا ہوں۔

اللہ کریم یہ کتاب پڑھنے سننے والوں کے لیے اسوہ حسنہ اپنانے کا ذریعہ بنائے اور حضرت مولانا زید مجدہ کو ظاہری اور باطنی کمالات سے مالا مال فرماتے ہوئے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ و آلہ ا صحابہ اجمعین.

29-رمضان المبارک 1437ھ

حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی دامت برکاتہم

اَلحمدُ للہ وحدَہ والصلوٰۃُ والسلامُ علیٰ منْ لَّا نبیَّ بعدَہ امابعد!

رب تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ. صدق اللہ العظیم

ہمارے اکثر اکابر اسلاف نے سنتِ یوسفی ادا کرتے ہوئے تنہائی میں تحریراً جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ ہمارے ممدوح، مکرم، محترم، مولانا محمد الیاس، صاحبِ اخلاص، یاس کو آس سے بدل کر ہر میدان میں پاس ہونے والے دامت برکاتہم نے شمائل ترمذی کی شرح "زبدۃ الشمائل" کے نام سے ترتیب دی۔ ایسی جگہ میں جہاں تنہائی ہی تنہائی ہو، اخلاص اور یکسوئی اور انتہائی توجہ وانہماک سے جو کام سرانجام دیا جائے وہ یقیناً معرکۃ الآراء ہوتا ہے اور پھر جس میں ساتھ ساتھ عشق و نسبت، عقیدت و احترام کے جذبات کا بحر ذخار ٹھاٹھیں مارتا ہے پھر اس کی حلاوت و چاشنی کئی گنا بڑھ جاتی ہے، نام بھی "زبدۃ الشمائل" سبحان اللہ!

خدائے وحدہ لاشریک حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی اس مبارک کوشش کو ان کے لیے اور سب معاونین، مقرظین اور قارئین کے لیے باعث مغفرت و بخشش فرماویں اور روز قیامت سید الاولین والآخرین، رحمت کائنات، فخر موجودات، سرور کائنات، نبی الانس والجنات، محبوب رب الارض والسموات صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب فرماویں۔ آمین بحرمۃ طٰہٰ و یسین صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی ارشد

خانقاہ مدنی، حال وارد ایبٹ آباد

14 جولائی 2016ء مطابق 9- شوال المکرم 1437ھ

حضرت مولانا ارشاد احمد زید مجدہ

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دار العلوم عید گاہ کبیر والا

بہت سے دیگر حضرات کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت پر مشتمل عظیم ذخیرہ امام محمد بن عیسی ترمذی رحمہ اللہ نے "شمائل ترمذی" کے نام سے جمع فرمایا۔ مذکورہ ذخیرہ کی عربی زبان اور اس کی اردو شروح کے مشکل انداز تک عام آدمی کی فہم کی رسائی نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس پہلو سے صرف علماء و خطباء کے بیانات کی حد تک ہی واقف تھے، اپنے مطالعاتی ذوق کے ذریعہ یہ پیاس بجھانے سے قاصر تھے۔ الحمد للہ حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ نے شمائل ترمذی کی اردو شرح بنام "زبدۃ الشمائل" آسان اور عام فہم سادہ زبان میں لکھ کر یہ عظیم خدمت سر انجام دی۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے عوام الناس کو مشکل سے مشکل بات آسان انداز میں سمجھانے کا ملکہ عطاء فرمایا ہے۔ اپنی اسی صلاحیت کو اس عظیم خدمت میں استعمال کیا جو علماء، مدرسین، خطباء اور عوام الناس سب طبقوں کے لیے مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت و خدمت کو قبول فرمائیں اور تمام طبقات کے لیے نافع و مفید بنائیں۔ آمین

والسلام

ارشاد احمد عفی عنہ

۳ ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ

صاحبزادہ عزیز احمد حفظہ اللہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کی کاوش اور محنت ''زبدۃ الشمائل'' کی صورت میں میرے سامنے ہے۔ یہ محنت جیل کے زمانہ اسیری کی ہے جب کہ انسان وہاں اللہ رب العزت کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور خشوع و خضوع بھی زیادہ ہوتا ہے۔''شمائل ترمذی'' پر ہر زمانہ میں محنت ہوئی اور کتب لکھی گئیں اور اس زمانہ کی یہ قابل قدر محنت حضرت مولانا محمد الیاس گھمن زید مجدہ کے حصہ میں آئی۔ ہر دور اور زمانہ میں پائے جانے والے لوگوں کا مزاج اور طبائع مختلف ہوتی ہیں اس لیے لکھنے لکھانے والے ان چیزوں کا ادراک بھی رکھتے ہیں اور لحاظ بھی۔ اس حوالہ سے میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کی یہ محنت اور کاوش برمحل اور بروقت ہے۔ جستہ جستہ کتاب کو دیکھا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ عامۃ المسلمین کے فائدے کے لیے بہت کافی و وافی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ذریعہ نجات اور توشہ آخرت فرمائے آمین۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطاء فرمائے اور مولانا کے علم، عمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ مولانا محمد الیاس گھمن زید مجدہ اہلسنت کا سرمایہ ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔ دعا گو

13-07-2016

مولانا زاہد الراشدی زید مجدہ

ابن امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

نحمدہ تبارك و تعالیٰ و نصلی و نسلم علی رسوله الكريم و علی اله و اصحابه و اتباعه اجمعين.

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و فضائل اہل علم و دین کا ہمیشہ سے محبوب ترین موضوع رہے ہیں۔ ان میں راہ نمائی بھی ہے اور خیر وبرکت کے خزانے بھی ہیں۔ جب کہ لکھنے والا اور بیان کرنے والا تصور خیال میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و مجلس کا حظ بھی مسلسل اٹھاتا رہتا ہے۔

اس حوالہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ کے مرتب کردہ مجموعہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت سے نوازا ہے کہ ہر دور میں اس سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے اور آج بھی فیض وبرکت کا یہ تسلسل جاری ہے۔

ہمارے فاضل دوست مولانا محمد الیاس گھمن نے اس مبارک مجموعہ کا خلاصہ اپنے ذوق کے مطابق مرتب کرکے اس کی اردو زبان میں مناسب اور سادہ تشریح کردی ہے جو یقیناً ان کے لیے خیر وبرکت کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ ہے۔

میں نے اس کے مختلف مقامات کو دیکھا ہے اور انداز بیان کو عقیدت و محبت سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم پایا ہے جس کی آج کے دور میں بہت زیادہ ضرورت واہمیت ہے۔

ہماری نئی نسل جو دینی تعلیمات اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے آئیڈیلز کی تلاش میں خدا جانے کن فضاؤں میں گھومتی رہتی ہے اس کے لیے یہ بیش بہا تحفہ ہے اور نسل انسانی کی سب سے بڑی

آئیڈیل شخصیت سے اس کا تعارف کراتی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس گھمن کی اس کاوش کو قبولیت و رضا سے بہرہ ور فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نافع بنائیں۔

آمین یارب العلمین

ابو عمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

24- اگست 2016ء

حضرت مولانا مفتی محمد حسن زید مجدہ

جامعہ مدنیہ جدید لاہور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت اقدس مولانا محمد الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو جنہوں نے آقا دوعالم سرور دو عالم فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی اداؤں کا ایک حسین گلدستہ اپنی مبارک کتاب "زبدۃ الشمائل" میں پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو سے سب کے قلوب کو اتباع سنت کے جذبے سے منور فرمائے۔ مدینہ منورہ میں ہمارے ایک بزرگ استاد فرمانے لگے: اخلاص بھری اتباع سنت کے ساتھ زندگی دنیا کے جس کونے میں ہو مشرق میں ہو یا مغرب میں، یہ دوری حضوری سے کم نہیں ہے یعنی وہ دور رہ کر مدینہ منورہ میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک روح کو ٹھنڈک پہنچا رہا ہے۔ سنت کی مثال ایک نورانی تار کی طرح ہے جو اپنے پاور ہاؤس سے ملی ہوئی ہو خواہ کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہو، وہ بلب کو روشن کرے گی اور آس پاس کے ماحول کو روشن کرے گی۔ ایسے ہی ہر سنت کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر کے ساتھ ہے جو انوارات الٰہیہ اور فیوضات ربانیہ کا منبع اور مرکز ہے۔ لہٰذا یہ سنت متبع سنت آدمی کی ہستی کو پورے عالم میں منور کرے گی۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرضٰی مِنَ القَولِ والعملِ واتِّباعِ سنَّۃِ نَبِیِّہٖ صلَّی اللہُ علیہِ وسلَّمَ

13 شوال 1437ھ۔16 جولائی 2016ء

حضرت مولانا عبد الجبار زید مجدہ

مدرسہ دار الہدیٰ چوکیرہ سرگودھا

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ”زبدۃ الشمائل“ کی تالیف مؤلف زید مجدہ نے جس غرض کے لیے کی اس کو خوب خوب نبھایا ہے۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

اللہ تعالیٰ مؤلف زید مجدہ اور سب لوگوں کو اس تالیف کے سبب دارین میں نفع عطا فرمائیں۔ آمین

محمد عبد الجبار غفر لہ الغفار

۱۵-ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ

حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن زید مجدہ

شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم مدنیہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للہِ ربِّ العالمینَ والصلوٰۃُ علیٰ اشرفِ الانبیاءِ والمرسلینَ

عزیزم محمد عاصم نے شرح "زبدۃ الشمائل" کا مسودہ دکھایا۔ کتاب دیکھ کر دلی خوشی ہوئی کہ اردو میں ایک اور قیمتی شرح کا اضافہ ہورہا ہے۔ مادیت اور الحاد کے اس دور میں جہاں تمام تر ذرائع ابلاغ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی سنتوں کی اہمیت دلوں سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں، مغرب زدہ اسکالرز سنن عادیہ کو علاقائی عادات کا نام دیکھ کر بے وقعت کرنے پر لگے ہوئے ہیں تو ان حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن وشمائل کا تعارف کرانا اور اس پر عمل کی دعوت دینا انتہائی قابل تحسین اور قابل قدر کام ہے۔ مولانا محمد الیاس گھمن صاحب زید مجدہ اس کاوش کے لیے یقیناً خراجِ تحسین اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شرح میں عام فہم انداز بیاں کا انتخاب کر کے عوام الناس کے لیے کتاب کی افادیت کو بڑھا دیا ہے۔ شرح کی ترتیب میں جیسا کہ جناب نے مقدمہ میں بھی ذکر کیا ہے کہ ہر باب میں ایک دو احادیث کا متن ذکر کیا گیا ہے باقی احادیث کے تراجم پر اکتفا کیا گیا ہے۔ راقم کے خیال میں اگر ہر حدیث کے ساتھ متن حدیث ذکر کرنے کا بھی التزام کرلیا جائے تو نور علی نور ہے کیونکہ الفاظ نبوت کی اپنی تاثیر اور برکات ہوتی ہیں جس کا محض ترجمے میں احاطہ کرنا ناممکن

ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا محمد الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کی مساعی اور محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

والسلام

یکم اگست 2016ء

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ

چیئرمین خاتم النبیین ٹرسٹ و میڈیکل ہارٹ سنٹر سرگودھا

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”زبدۃ الشمائل“ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ شمائل نبوی پر کثیر علماء نے قلم اٹھایا اور مختلف زبانوں میں اس کی تشریح کی گئی لیکن وہ اکثر علمی مباحث پر مشتمل تھیں اور اس قدر عام فہم نہیں تھیں کہ اس سے عام لوگ استفادہ حاصل کر سکیں۔

موجودہ پرفتن دور میں ضرورت تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طبعی اور آپ کے دیگر معاملات اور عبادات کو عام فہم اور موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ”زبدۃ الشمائل“ کے نام پر مولانا محمد الیاس گھمن صاحب سے یہ کام لے کر آپ کو ان لوگوں کی صف میں شامل کر دیا۔ ملفوظات انور شاہ کشمیری جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ پر ہے کہ آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جو آدمی پرفتن دور میں جرأت و استقلال اور ثابت قدمی سے دین کے مقتضیات کو پورا کرے گا تمہارے پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے یہ کام اور تقاضا پورا کیا ہے اس لیے ان شاء اللہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی جیل میں کی ہوئی اس محنت کو قبول فرمائے عامۃ الناس کو اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

حافظ محمد اکرم طوفانی

25 جولائی 2016ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مصنف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جون 2000ء کی بات ہے جب میں 25 سالہ قیدی ہونے کی حیثیت سے سنٹرل جیل بہاولپور میں قیدِ تنہائی کاٹ رہا تھا اور سوائے تلاوتِ قرآنِ کریم اور بعض دینی کتب جن میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ''احیاء العلوم'' سرفہرست تھی، کے مطالعہ کے علاوہ کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ بعض دفعہ تو یومیہ ایک قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بھی رہا۔

پھر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک پر بھی محنت ہونی چاہیے۔ ایک حدیث ذہن میں تھی:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَفِظَ عَلٰى أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا مِّنْ أَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقِيْهًا عَالِمًا.

(کتاب العلل للدارقطنی: ج6 ص33، س959)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری امت کے دینی امور کے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے فقیہ وعالم حضرات کی صفوں میں شامل فرما کر اٹھائے گا۔

لہٰذا بنامِ خدا زادالطالبین جو کہ مولانا محمد صادق جماپوری (مدرسہ جامعہ مدنیہ بہاولپور) نے شفقت فرماتے ہوئے دیگر کتب کے ساتھ روانہ فرمائی تھی، کے آخر سے ''الباب الثانی فی الواقعات والقصص وفیہ اربعون قصة'' کو مکمل حفظ کر لیا۔ پھر مزید شوق ہوا تو زاد الطالبین ہی سے ''ذکر بعض المغیبات التی اخبر النبی بها وظهرت بعد وفاته صلوات الله وسلامه علیه'' جو کہ پچیس احادیث

پر مشتمل ہے، کو حفظ کیا۔ مزید حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور شوق بڑھا تو عزیزم بھائی شعیب احمد گھمن سے "خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی" منگوائی اور بنامِ خدا اس سے شمائل ترمذی کی احادیث کو حفظ کرنا شروع کیا جو کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل تقریباً چار سو احادیث سنداً و متناً صرف چالیس روز میں حفظ کر لیں۔ ابھی یہ سلسلہ حفظ جاری تھا کہ بہاولپور سے اڈیالہ جیل راولپنڈی چالان چلا گیا، لہٰذا شمائل کی کچھ احادیث بہاولپور میں اور کچھ راولپنڈی میں حفظ کیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا کہ پھر قرآن کریم پر توجہ ہو گئی اور اوقات کو تقسیم کر کے کچھ وقت تلاوت، کچھ ذکر اللہ، کچھ ترجمہ و تفسیر اور باقی حصہ کتب کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا اور روزانہ مغرب کی نماز کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر انہی احادیث کا درس بھی مغرب کی نماز کے بعد دیا۔ اسی طرح جیل کے حالات بدلتے رہے جن کی تفصیل مفید ہے نہ ہی مناسب۔

ٹھیک ایک سال بعد جون 2001ء کو دوبارہ انہی احادیث کو تازہ کرنے کے لیے سوائے تلاوت، ذکر اللہ کے باقی اوقات کو حدیث شریف کے لیے خاص کر دیا اور ساتھ ساتھ شمائل ترمذی کی شروحات کا مطالعہ بھی رہا تو دل میں ایک خیال بار بار اٹھتا رہا کہ اگر اس کی آسان اور مختصر شرح لکھ دی جائے تو شاید عام لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہو۔

لہٰذا اپنے مالک کریم سے استخارہ اور مخلص دوستوں سے مشورہ کرنے کے بعد 14 ربیع الثانی 1422ھ بمطابق 7 جولائی 2001ء بروز ہفتہ کو روزہ کی حالت میں اس کتاب "زبدۃ الشمائل" کو شروع کیا جو کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور مخلص دوستوں کی دعاؤں سے 26 ربیع الثانی 1422ھ بمطابق 19 جولائی بروز جمعرات کو مکمل ہو گئی۔ وللہ الحمد والشکر والمنۃ.

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے حضرات چند باتوں کا خیال فرمائیں:

1: یہ کتاب خالص عوام الناس کے لیے ہے، اس لیے اس میں عوامی زبان ہی استعمال کی گئی ہے۔ پوری کتاب میں شاید ہی کوئی ایسا مقام آیا ہو جہاں کوئی اصطلاحی لفظ استعمال کیا گیا ہو۔

2: ہر باب کے تحت کہیں ایک، کہیں دو یا زیادہ احادیث سند اور عربی الفاظ کے ساتھ نقل کر دی ہیں اور باقی جس قدر احادیث لکھی ہیں بغیر عربی الفاظ کے محض ان کا ترجمہ ہی لکھا ہے۔

3: ایک دو باب چھوڑ دیے ہیں کیونکہ ان کی احادیث باقی ابواب میں آگئی ہیں۔

4: تقریباً ہر باب میں کچھ احادیث اس وجہ سے چھوڑ دی گئی ہیں ان کا مضمون دوسری احادیث میں آگیا ہے۔

5: بعض ابواب میں بعض احادیث کو کسی فائدہ کی وجہ سے آگے اور پیچھے بھی کر دیا گیا ہے یعنی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ترتیب کو بدل دیا گیا ہے۔ عام مصنفین کا طرز یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی باب کی متعلقہ باتیں شروع میں ذکر فرما دیتے ہیں اور بعد میں احادیث کو ذکر فرما دیتے ہیں مگر میں نے اس کے برعکس ہر باب کے تحت پہلے احادیث ذکر کی ہیں پھر اس باب کا خلاصہ "زبدہ" کے نام سے ذکر کیا ہے۔

6: بسا اوقات بعض احادیث کے نیچے ان احادیث کے متعلقہ ضروری باتوں کو الگ الگ بھی ذکر کیا گیا ہے اور "زبدہ" کے نام سے پورے باب کا خلاصہ الگ بھی ذکر کیا ہے۔

7: میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کتاب مختصر سے مختصر ہو تاکہ ہر آدمی بآسانی اس سے فائدہ اٹھا سکے اور اسی اختصار کے پیش نظر ہر حدیث یا باب کے نیچے

محض انہی باتوں کی وضاحت تحریر کی ہے جن کی وجہ سے حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث کو لائے ہیں اگرچہ احادیث سے بہت سے مسائل نکلتے ہوں یا ان میں کئی واقعات کی طرف اشارہ ہو۔

ہاں البتہ بعض جگہوں پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات یا کسی مسئلہ پر کچھ تھوڑی سی تفصیل آئی ہے، وہ بھی اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذکر کی ہے کہ یہ قارئین کے لیے بہت مفید ثابت ہو گی۔

میں آخر میں بہت زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں عزیزم شعیب احمد گھمن اور عزیزم خبیب احمد گھمن کا جن کے مہیا کردہ وسائل سے ہی یہ کتاب "زبدۃ الشمائل" پایہ تکمیل تک پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی شایانِ شان اجر عطا فرمائے۔ انہوں نے میری ضروریات کا خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت کی خوشیاں عطا فرمائے اور دارین کی ضرورتیں پوری فرمائے۔ آمین

میں نے اس کتاب میں پابندی سے جو خوشبو استعمال کی ہے وہ میرے عزیز دوست اور میرے بھائی مولانا عابد جمشید رانا کی عطا کردہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے جنت کی خوشبوئیں نصیب کرے، ان کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

محتاجِ دعا

چکی نمبر 4، سیل نمبر 3 اڈیالہ جیل راولپنڈی

26 ربیع الثانی 1422 ہجری، 19 جولائی 2001ء

کتاب اور صاحبِ کتاب

[۱] : تعارف کتاب:

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م405ھ) نے "علوم الحدیث" میں علمِ حدیث کے اڑتالیس (48) شعبے شمار کیے ہیں جبکہ دوسرے بعض محدثین نے تو اس سے بھی زیادہ تعداد بیان فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک اہم شعبہ "شمائل" کا ہے۔ "شمائل" جمع ہے "شمال" (شین کی زیر کے ساتھ) کی جس کا معنی عادت اور خصلت ہے۔ ملا علی قاری (م1014ھ) نے "جمع الوسائل" (ج1ص3) میں یہی معنی مراد لیا ہے۔

علمِ حدیث میں شمائل سے مراد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و خصائل مبارکہ ہیں یعنی آپ کا سونا، جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سکوت و تکلم، چلنا پھرنا، لیٹنا بیٹھنا غرضیکہ زندگی کے شب و روز کے معمولات۔ خاص اسی موضوع پر دیگر محدثین کرام نے بھی کتب تحریر فرمائی ہیں مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تین اعتبار سے بقیہ کتبِ احادیث پر فوقیت رکھتی ہے:

1: یہ کتاب تقریباً سب سے قدیم ہے۔

2: اس میں مجموعی طور پر روایات صحیح ہیں۔

3: یہ کتاب امام ترمذی جیسے بلند پایہ اور عظیم المرتبت محدث کی ہے۔

نوٹ: شمائل ترمذی کوئی مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "جامع الترمذی" کا ہی تتمہ ہے اور جامع الترمذی علمِ حدیث کی معتبر ترین چھ کتب صحاح میں پانچویں نمبر پر ہے۔ اسی سے شمائل ترمذی کی بلند رتبتی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کے سامنے یہ کتاب ”زبدۃ الشمائل“ اسی شمائل ترمذی کا خلاصہ ہے۔ عربی زبان میں ”زبدہ“ کا معنی ہوتا ہے ”مکھن“۔ تو گویا کہ زبدۃ الشمائل، شمائل ترمذی کا مکھن ہے کیونکہ بندہ نے نہایت اختصار کے ساتھ تقریباً شمائل کی تمام احادیث کو الفاظ اور شرح کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

[۲] : تعارف امام ترمذی:

نام محمد بن عیسیٰ، کنیت ابو عیسیٰ، نسبت ترمذی۔ آپ ترکستان (موجودہ ازبکستان) کے شہر ”جیحون“ کے کنارے واقع شہر ”ترمذ“ سے تقریباً چھ میل دور واقع ”بوغا“ نامی بستی میں 209 ہجری میں پیدا ہوئے مگر آپ منسوب شہر ”ترمذ“ ہی کی طرف ہوتے ہیں نہ کہ بستی ”بوغا“ کی طرف۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ محدث تھے۔ آپ حافظ الحدیث تھے۔ علمِ حدیث میں ”حافظ الحدیث“ اس کو کہتے ہیں جو ایک لاکھ احادیث کے متون سندوں اور علل کے ساتھ زبانی یاد کر چکا ہو۔ آپ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ آخر عمر میں نابینا ہو چکے تھے (مگر مشہور بات یہ ہے کہ آپ پیدائشی نابینا تھے) مگر اس کے باوجود آپ بہت بڑے محدث تھے۔ آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں مگر امام بخاری نے بھی آپ سے دو حدیثیں لی ہیں۔ آپ نے کئی ایک کتب تالیف فرمائی ہیں جن میں زیادہ مشہور کتاب العلل، علل کبیر، علل صغیر اور جامع ترمذی ہیں۔

آپ ترمذ میں ہی 279ھ میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ حق تعالیٰ ہر لحظہ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین ثم آمین

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مبارک شکل وصورت کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَلِيمَةَ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى غُفْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ الْمُمَغَّطِ، وَلاَ بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ، وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ، لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ، وَلاَ بِالسَّبْطِ، كَانَ جَعْدًا رَجِلاً، وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلاَ بِالْمُكَلْثَمِ، وَكَانَ فِي وَجْهِهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ، أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ، أَهْدَبُ الأَشْفَارِ، جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ، أَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا، بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا، وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً، وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً، مَنْ رَآهُ بَدَاهَةً هَابَهُ، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ، يَقُولُ نَاعِتُهُ: لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلاَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ دراز قد نہ تھے اور نہ ہی بالکل پست قد تھے بلکہ لوگوں میں درمیانہ قد والے تھے، آپ کے بال مبارک بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے بلکہ قدرے گھنگھریالے تھے، جسم مبارک زیادہ موٹا نہ تھا، چہرہ مبارک بالکل گول نہ تھا

بلکہ کسی قدر اس میں گولائی تھی (یعنی زیادہ لمبا تھا نہ زیادہ گول) رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا، آنکھیں مبارک سیاہ، پلکیں دراز تھیں، جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں، کندھے مبارک مضبوط تھے، جسم مبارک پر زیادہ بال نہ تھے اور سینہ مبارک سے ناف مبارک تک بالوں کی لکیر تھی اور پاؤں پُر گوشت تھے، جب آپ چلتے تو قدم مبارک قوت سے اٹھا اٹھا کر رکھتے گویا کہ ڈھلوان کی طرف اتر رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے، دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے، سب سے زیادہ سخی دل والے اور سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، سب سے زیادہ شریف اور معزز خاندان والے تھے، جو شخص اچانک آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا اور جس شخص کی آپ سے جان پہچان ہو جاتی اور آپ سے میل جول رکھتا تو وہ آپ کو محبوب بنا لیتا، آپ کے اوصاف بیان کرنے والا کہتا کہ میں نے آپ جیسا آپ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ إِمْلَاءً عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ، يُكَنّٰى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنٍ لِّأَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا، عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَّصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ، عَظِيمُ الْهَامَةِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَهَا، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ، وَاسِعُ الْجَبِينِ، أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَّمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ، كَثُّ اللِّحْيَةِ،

سَهْلُ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيعُ الْفَمِ، مُفْلَّجُ الأَسْنَانِ، دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ، سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيضُ الصَّدْرِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ، أَنْوَرُ الْمُتَجَرِّدِ، مَوْصُولُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِي كَالْخَطِّ، عَارِي الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ، أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِي الصَّدْرِ، طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ، رَحْبُ الرَّاحَةِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، سَائِلُ الأَطْرَافِ - أَوْ قَالَ: شَائِلُ الأَطْرَافِ - خَمْصَانُ الأَخْمَصَيْنِ، مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ، يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ، إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا، يَخْطُو تَكَفِّيًا، وَيَمْشِي هَوْنًا، ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا، خَافِضُ الطَّرْفِ، نَظَرُهُ إِلَى الأَرْضِ أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلاَحَظَةُ، يَسُوقُ أَصْحَابَهُ وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلاَمِ.

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا، وہ آپ کا حلیہ مبارک بہت زیادہ بیان کیا کرتے تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرے سامنے بھی اس میں سے کچھ بیان کریں تاکہ میں اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر سکوں۔ چنانچہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے عظیم تھے اور دوسروں کی نگاہ میں عظیم مرتبہ والے تھے، آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا، آپ درمیانہ قد سے ذرا لمبے اور لمبے قد سے ذرا پست قد تھے (یعنی آپ کا قد درمیانہ تھا) آپ کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک قدرے گھنگھریالے تھے، سر مبارک میں اتفاقاً مانگ نکل آتی تو نکال لیتے وگرنہ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے (یعنی زیادہ

تکلف نہ فرماتے تھے) جس زمانہ میں بال مبارک زیادہ لمبے ہوتے تو کان کی لو سے تجاوز کر جاتے، رنگ مبارک خوبصورت چمک دار تھا، پیشانی مبارک کشادہ تھی، ابرو مبارک باریک خم دار گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے، دونوں کے درمیان باریک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی تھی، ناک مبارک بلندی مائل تھی، اس پر ایک نوردار چمک تھی، جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو وہ آپ کی ناک کو اونچا سمجھتا تھا، ڈاڑھی مبارک گھنی، رخسار مبارک ہموار، دہن مبارک کشادہ تھا (یعنی منہ مبارک تنگ نہ تھا) سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی، سینہ مبارک سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی، گردن مبارک خوبصورتی میں مورتی کی گردن کی طرح اور صفائی اور چمک میں چاندنی کی طرح تھی، معتدل جسم، پُر گوشت گٹھا ہوا بدن مبارک، پیٹ اور سینہ مبارک برابر تھے، سینہ مبارک کشادہ تھا، دونوں کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط تھیں، جسم مبارک کا کپڑوں سے خالی حصہ بڑا چمکدار اور نورانی تھا، ایک باریک لکیر کے سوا چھاتی مبارک اور پیٹ مبارک پر بال نہیں تھے، دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینے کے بالائی حصہ پر بال تھے، دونوں کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں، دونوں ہاتھ اور پاؤں پر گوشت تھے، ہاتھ اور پاؤں مبارک کی انگلیاں مناسب لمبی تھیں، تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ ان پر پانی ڈالو تو وہ بہہ جائے، جب آپ چلتے تو قدم اٹھا کر چلتے، جب قدم رکھتے تو جھک کر، جب آپ چلتے تو وقار کے ساتھ آپ کی چال مبارک تیز تھی، جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان میں اتر رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو کامل توجہ فرماتے، آپ کی نظر مبارک نیچی رہتی، آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی یعنی اکثر زمین کی طرف دیکھتے (اگرچہ بسا اوقات وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف بھی

نظر اٹھاتے تھے) آپ کی عادت مبارک گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، غایت شرم وحیا سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے رکھتے اور خود پیچھے رہتے، جس سے ملتے سلام کرنے میں خود پہل فرماتے تھے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ أَشْعَثَ، يَعْنِي ابْنَ سَوَّارٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ، فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا، آپ اس وقت سرخ لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔

زبدۃ:

اس باب کے تحت چند ایک باتیں قابلِ ملاحظہ ہیں:

1: بعض روایات میں آپ کے سرخ لباس زیب تن فرمانے کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ مرد کے لیے سرخ زعفرانی رنگ تو مکروہ تحریمی ہے اور ویسے سرخ رنگ کا استعمال جائز ہے مگر زیادہ شوخ ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ ہے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سرخ لباس زیب تن فرما رکھا تھا اس کے بارے میں بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ سرخ دھاری دار تھا، نہ کہ خالص گہرا سرخ رنگ کا۔

2: اس باب کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (خواب میں یا معراج کی رات) بعض حضرات انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھریرے اور پتلے بدن والے تھے

جیسا کہ شنوءہ قبیلہ کے لوگ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عروہ بن مسعود کے مشابہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ میرے ہی زیادہ مشابہ تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے زیادہ مشابہ تھے۔

اس روایت کا مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا چاہے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی مبارک اور آنکھ مبارک کا تذکرہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے:

كَانَ أَشْكَلَ الْعَيْنِ.

یعنی آپ کی آنکھ کی سفیدی میں سرخ ڈوریاں تھی جو کہ حسن کی علامت ہے۔

مَنْهُوسَ الْعَقِبِ.

اور ایڑی مبارک پر گوشت کم تھا یعنی زیادہ گوشت نہ تھا۔

4: جو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا تو اس پر رعب طاری ہو جاتا۔ رعب دراصل ان مخصوص چیزوں میں سے تھا جو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھیں۔ اس کی ظاہری وجہ تو یہ ہے کہ حسن وجمال میں فطری طور پر رعب ہوتا ہے اور مزید جب اس کے ساتھ کمالات بھی شامل ہو جائیں تو کیا کہنا، اور باطنی وجہ امام ابن قیم علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کسی انسان میں ہیبت اس وقت ہوتی ہے جب دل اللہ کی عظمت، جلال اور محبت سے لبریز ہوتا ہے، تو ایسے دل پر تسکین نازل ہوتی ہے، دل کے اندر نورانیت پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے دل والے پر ہیبت کی چادر ڈال دیتا ہے اور اسے ایک خاص قسم کا وقار حاصل ہو جاتا ہے

اور یہی وقار لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی کا نام رعب اور ہیبت ہے مگر جو شخص حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل میل جول رکھتا تو وہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر آپ کو محبوب بنالیتا اور قربِ مسلسل تو اُنس پیدا کر ہی دیتا ہے۔

5: سفر میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلنا پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کی وجہ سے ہوتا تھا اور حضر میں تواضع اور عاجزی کی وجہ سے ہوتا تھا۔

6: اس بات کے آخر میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک خاص بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل فرمائی ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک قدرے کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر فاصلہ تھا:

اِذَا تَکَلَّمَ رُاِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ.

کہ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تھے تو دندان مبارک کے درمیان سے ایک نور سا نکلتا دکھائی دیتا تھا۔

محدثین نے اس کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں:

۱: ... حقیقۃً نور حسی طور پر نظر نہ آتا تھا البتہ وہ کلام نورانی ہوتا تھا۔

۲: ... علامہ مناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی چیز حسی طور پر نکلتی دکھائی دیتی تھی جو کہ نورانی ہوتی تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

7: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی کیفیت تو بیان ہو گئی ہے البتہ مقدار وغیرہ اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا تذکرہ آگے مستقل آرہا ہے، اس لیے ان احادیث کو یہاں قصداً چھوڑ دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوت کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ نِ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ نِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ، يَقُولُ: جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا سَلْمَانُ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَعَلَى أَصْحَابِكَ، فَقَالَ: ارْفَعْهَا، فَإِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ: فَرَفَعَهَا، فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهِ، فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا سَلْمَانُ؟ فَقَالَ: هَدِيَّةٌ لَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: ابْسُطُوا. ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْخَاتَمِ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ وَكَانَ لِلْيَهُودِ فَاشْتَرَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا عَلَى أَنْ يَغْرِسَ لَهُمْ نَخْلًا فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيهِ حَتَّى تُطْعِمَ فَغَرَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ إِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَمْ تَحْمِلْ نَخْلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ هَذِهِ النَّخْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهَا.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دستر خوان لے کر حاضر ہوئے جس میں تازہ کھجوریں تھیں۔ انہوں نے یہ کھجوریں حضرت پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے صدقہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اٹھالو، اس لیے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے (یعنی میں اور میرے وہ اقارب جن کو زکوۃ کا مال جائز نہیں ہے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دستر خوان اٹھالیا اور اگلے روز پھر ایسا ہی دستر خوان لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا کہ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ (یعنی کھاؤ) پھر حضرت سلمان فارسی نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر مہرِ نبوت کو دیکھا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ حضرت سلمان فارسی یہودیوں کے غلام تھے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کو بہت سے دراہم کے بدلہ میں اس شرط کے ساتھ خرید لیا کہ سلمان اپنے یہودی مالک کے لیے کھجور کے تین سو درخت لگائیں گے اوران کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری بھی کریں گے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ تمام درخت لگائے سوائے ایک درخت کے جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ چنانچہ وہ تمام درخت اسی سال پھل لائے سوائے ایک درخت کے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے متعلق پوچھا کہ اس درخت نے پھل کیوں نہیں دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس کو میں نے لگایا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اکھاڑ کر دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا تو وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تفصیلی واقعہ خود انہی کی زبانی سنیے۔

فرماتے ہیں کہ میں صوبہ "اصبہان" میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام "جے" ہے۔ میرا باپ اس جگہ کا سردار تھا اور مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ میں نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت میں اتنی کوشش کی کہ آتش کدہ کا محافظ بن گیا۔ مجھے باپ نے ایک مرتبہ اپنی جائیداد کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ راستہ میں میرا گزر نصاریٰ کے گرجا پر ہوا۔ میں سیر کے لیے اندر چلا گیا، ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ مجھے پسند آگئی۔ میں شام تک ادھر ہی رہا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ شام میں ہے۔

میں رات واپس گھر آیا تو گھر والوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو تمام دن کہاں رہا؟ میں نے سارا قصہ سنایا۔ میرے باپ نے مجھے سمجھایا کہ بیٹا وہ دین اچھا نہیں، اچھا دین مجوسیت ہی ہے مگر میں اپنی رائے پر قائم رہا۔ باپ کو خدشہ ہو گیا کہ میں کہیں چلا نہ جاؤں تو باپ نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے بند کر دیا۔ میں نے عیسائیوں کو پیغام بھیجا کہ جب شام سے سوداگر اور تاجر آئیں تو مجھے مطلع کریں۔ چنانچہ کچھ تاجر آئے تو انہوں نے مجھے مطلع کر دیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو میں نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ ڈالیں اور ان کے ساتھ ملک شام چلا گیا۔

وہاں جا کر میں نے تحقیق کی کہ یہاں پر اس مذہبِ عیسائیت کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ فلاں گرجے کا فلاں بشپ بڑا ماہر ہے۔ میں اس کے پاس چلا گیا اور بتایا کہ مجھے تمہارے دین میں رغبت ہے اور تمہارے پاس رہ کر تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے منظور کر لیا مگر وہ اچھا آدمی نہ تھا، بہت بخیل اور زر پرست تھا۔ جو مال جمع ہوتا وہ اپنے خزانہ میں جمع کر لیتا اور غریبوں پر خرچ نہ کرتا۔ جب یہ مر گیا تو اس کی جگہ دوسرا راہب بٹھایا گیا۔ یہ اس سے بہتر تھا، دنیا سے بے رغبت تھا۔ میں اس کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا

تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے کسی کے پاس رہنے کی وصیت کرتے جاؤ!تو اس نے کہا کہ میرے طریقہ پر دنیا میں صرف ایک شخص ہے جو کہ "موصل" میں رہتا ہے، تم اس کے پاس چلے جانا۔ اس کے مرنے کے بعد میں موصل چلا گیا اور اس راہب کو سارا قصہ سنایا اور بتایا کہ میں تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اس نے منظور کر لیا۔ میں اس کی خدمت میں رہا۔ وہ بہترین آدمی تھا۔ جب اس کی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے پوچھا کہ میں اب کہاں جاؤں؟ تو اس نے کہا کہ فلاں شخص "نصیبین" میں ہے، اس کے پاس چلے جانا۔

میں اس کے مرنے کے بعد نصیبین چلا گیا اور اس شخص کو اپنا قصہ سنایا، خدمت میں رہنے کی درخواست کی جو کہ منظور ہوگئی۔ وہ بھی اچھا آدمی تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ میں اب کہاں جاؤں؟ اس نے کہا: "عموریا" میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا۔ میں وہاں چلا گیا۔ وہاں بھی اس طرح قصہ پیش آیا۔ وہاں جا کر میں نے کام شروع کر دیا اور میرے پاس چند ایک گائے اور کچھ بکریاں جمع ہو گئیں۔ جب اس کی بھی موت کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ تو اس نے کہا کہ اب زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں جو کہ ہمارے طریقہ پر چل رہا ہو البتہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب ہے، وہ دینِ ابراہیمی پر عرب میں پیدا ہوں گے، ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوریں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں، اس زمین کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے، آپ ہدیہ نوش فرمائیں گے اور صدقہ قبول نہ فرمائیں گے، ان کے دونوں شانوں (کندھوں) کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو ان کی سرزمین پر پہنچ جا۔

اس کے مرنے کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجر وہاں سے گزرے تو میں

نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو میں بدلہ میں تمہیں گائے اور بکریاں دے دوں گا۔ انہوں نے قبول کر لیا اور مجھے اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے آئے۔ میں نے گائے اور بکریاں ان کو دے دیں مگر انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے اپنا غلام ظاہر کیا اور مکہ مکرمہ میں بیچ دیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آیا۔ مدینہ منورہ پہنچتے ہی میں پہچان گیا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کی نشاندہی عموریا کے پادری نے کی تھی۔ میں مدینہ میں رہتا رہا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں تشریف فرما تھے۔ اطلاع ملتے ہی جو کچھ میرے پاس تھا میں لے کر حاضر ہو گیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے۔ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہ فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم کھالو! میں خوش ہو گیا کہ ایک علامت تو پوری ہوئی۔ پھر مدینہ آگیا اور کچھ جمع کیا۔ پھر خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ میں نے کچھ کھجوریں اور کھانا پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے۔ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا۔ میں نے دل میں کہا کہ دوسری علامت بھی پوری ہو گئی۔ اس کے بعد میں ایک مرتبہ پھر حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں کسی صحابی کے جنازے کے لیے تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا اور پشت کی طرف گھومنے لگا۔ آپ میری منشاء سمجھ گئے اور کمر سے چادر کو ہٹا دیا۔ میں نے مہرِ نبوت کو دیکھا اور جوش میں اس پر جھک گیا۔ اس کو چومتا رہا اور روتا رہا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے آؤ میں سامنے آیا اور سارا قصہ سنایا۔

اس کے بعد اپنی غلامی میں پھنسا رہا۔ ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ اپنے مالک سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ میں نے اس سے معاملہ طے کیا اور بدلِ کتابت دو چیزیں مقرر ہوئیں۔ ایک یہ کہ چالیس اوقیہ سونا نقد (ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور ایک درہم تین یا چار ماشہ کا ہوتا ہے) دوسری یہ کہ تین سو کھجور کے درخت لگاؤں اور ان کی پرورش کروں اور پھل لانے تک ان کی خبر گیری کرتا رہوں۔

چنانچہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کھجوریں لگائیں جو کہ اسی سال پھل لے آئیں اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا بھی آگیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (یعنی سلمان فارسی کو) مرحمت فرمادیا کہ جاؤ اور اس کو بدلِ کتابت میں ادا کردو۔ میں نے عرض کیا: حضرت! یہ کافی نہیں ہوگا، یہ تھوڑا ہے اور بدلِ کتابت کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانُہٗ اسی سے پورا فرمادیں گے۔ چنانچہ میں لے کر گیا اور بدلِ کتابت اس میں سے دے دیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سے زیادہ آقاؤں کے پاس رہا ہوں۔

مشکل الفاظ کے معانی:

مکاتبت: کوئی غلام اپنے مالک سے یہ طے کرلے کہ میں تمہیں اس قدر مال دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھے آزاد کردو گے۔ ایسے غلام کو "مُکاتَب"، اس رقم کو "بدلِ کتابت" اور اس معاملہ کو "مکاتبت" کہتے ہیں۔

زبدۃ: مہرِ نبوت کے بارے میں چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں:

1: بعض محدثین فرماتے ہیں کہ مہر نبوت پیدائشی تھی اور بعض محدثین فرماتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو اس وقت مہر نبوت بھی بنادی گئی۔

2: بعض محدثین فرماتے ہیں کہ مہر نبوت پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا اور بعض محدثین فرماتے ہیں کہ مہر نبوت پر "سِرْ فَاَنْتَ الْمَنْصُوْرُ" لکھا ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ تم جہاں بھی رہو گے تمہاری مدد کی جائے گی۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کی ہیئت اور مقدار کیا تھی اور اس کا رنگ کیا تھا؟ اس بارے میں مختلف روایات مروی ہیں:

☼ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

کہ وہ چکور کے انڈے جیسی تھی۔ چکور کا انڈہ مرغی کے انڈے سے ذرا چھوٹا اور کبوتری کے انڈے سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح مسہری کی چادر کے ساتھ لٹکنے والی گھنڈی ہوتی ہے جو کبوتر کے انڈے کے برابر بیضوی شکل میں ہوتی ہے مہرِ نبوت بھی اسی کی مانند تھی۔

☼ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:

غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ.

یعنی مہرِ نبوت سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔

☼ حضرت ابو زید عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ.

یعنی چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

☼ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كَانَ فِي ظَهْرِهِ بَضْعَةٌ نَاشِزَةٌ.

آپ کی پشت مبارک پر گوشت کا ٹکڑا ابھرا ہوا تھا۔

✡ حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَلَى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيلَانٌ كَأَنَّهَا ثَآلِيلُ.

یعنی مہرِ نبوت آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مٹھی کی طرح تھی جس کے چاروں طرف تل تھے جو مسوں کے برابر تھے۔

ان تمام روایات کا خلاصہ اور زبدہ یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر دونوں کندھوں کے درمیان گوشت کا ابھرا ہوا ایک بیضہ نما (انڈے کی طرح) حصہ تھا اور اس پر بال بھی تھے۔

مذکورہ روایات میں اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں کیونکہ یہ سب تشبیہات ہیں اور تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذہن کے موافق ہوتی ہے جو کہ تقریبی حالت ہوتی ہے اور تقریب کے اختلاف میں اشکال نہیں ہوتا۔

علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مہرِ نبوت مقدار اور رنگ میں مختلف ہوتی رہتی تھی اور کم زیادہ بھی ہوتی رہتی تھی۔

(حاشیۃ جمع الوسائل: ج1 ص72، ص73)

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارکہ میں جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو شک ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مہرِ نبوت کے نہ ہونے سے وصال پر استدلال کیا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر نبوت وفات مبارکہ پر ختم ہوگئی تھی۔

(حاشیۃ جمع الوسائل: ج1 ص70)

بَابُ مَا جَاءَ فِي شَعْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے مبارک بالوں کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نِصْفِ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْدِلُ شَعْرَهُ، وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرِقُونَ رُءُوسَهُمْ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يُسْدِلُونَ رُءُوسَهُمْ، وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ، ثُمَّ فَرَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال مبارک (بغیر مانگ نکالے) ویسے ہی چھوڑ دیتے تھے۔ مشرک لوگ بالوں میں مانگ نکالتے تھے جب کہ اہل کتاب نہیں نکالا کرتے تھے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں اہلِ کتاب کی موافقت کرنا پسند فرماتے تھے جن میں کوئی حکم نازل نہ ہوا ہوتا تھا مگر بعد میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سر مبارک میں مانگ نکالنا شروع فرمادی۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے۔ ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک ہیں تو دوسرے زمانہ میں اس سے زائد۔ اس لیے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے۔ تو جس نے سر مبارک منڈانے کے قریب زمانہ میں بالوں کی مقدار کو نقل کیا تو اس نے چھوٹے بال نقل کیے اور جس نے بال مبارک کٹوائے ہوئے کو عرصہ ہو جانے کے وقت نقل کیا تو اس نے زیادہ بال نقل کیے۔ بعض علماء نے روایات کو اس طرح بھی جمع فرمایا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال مبارک نصف کانوں تک پہنچ جاتے اور وسط سر مبارک کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر مبارک کے بال مبارک کندھوں کے قریب تک پہنچ جاتے تھے۔ بعض علماء نے اس طرح بھی جمع فرمایا ہے کہ بال مبارک عام طور پر کانوں تک طویل ہوتے تھے، پھر جب حجامت بنوانے میں سفر وغیرہ کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی تو بڑھ کر گردن تک پہنچ جاتے اور اگر مزید تاخیر ہو جاتی تو بڑھ کر کندھوں تک پہنچ جاتے تھے۔

فائدہ:

اگر بال کانوں کی لو تک پہنچ جائیں تو ان کو ”وَفْرَۃ“، اگر گردن تک پہنچ جائیں تو ان کو ”لِمَّۃ“ اور اگر مزید بڑھ کر کندھوں تک پہنچ جائیں تو ان کو ”جُمَّۃ“ کہتے ہیں اور ان کے مجموعہ کو ”ولج“ سے تعبیر کرتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرَجُّلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں کنگھا کرنے کے بیان میں

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى قَالَ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حالت حیض میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں کنگھی کرتی تھی۔

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ : حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحَ لِحْيَتِهِ ، وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتَّى كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک میں کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے اور سر مبارک پر اکثر کپڑا رکھا کرتے تھے جو تیل کے استعمال کی کثرت کی وجہ سے ایسے ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا۔

زبدہ:

اس باب میں چند باتیں قابلِ ملاحظہ ہیں:

1: اس باب کی پہلی حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوتے ہیں:

(ا): سر میں کنگھی کرنا مستحب ہے۔

(۲): یہ خدمت اپنی عورت سے لینا جب کہ وہ حالتِ حیض میں ہو جائز ہے۔ عورت سے حالتِ حیض میں مباشرت حرام ہے، باقی سب امور جائز ہیں۔

2: اسی باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دو روایتیں بیان کی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کبھی کبھار کنگھی فرماتے تھے اور زیادہ استعمال سے منع بھی فرماتے تھے اور ابو داؤد شریف کی حدیث میں بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روزانہ کنگھی کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

(سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 4159)

علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور ممانعت بھی اس وقت ہے کہ جب کوئی ضرورت مقتضی نہ ہو اور بالوں میں پر اگندگی بھی نہ ہو ورنہ تو کوئی حرج نہیں۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک پر کپڑا ڈال دیتے تھے تاکہ عمامہ خراب نہ ہو اور وہ کپڑا تیل کے کثرت استعمال کی وجہ سے ایسے ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا۔ مگر اس کے باوجود یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ نہ تو وہ کپڑا اگندا ہوتا تھا، نہ اس میں جوں پڑتی تھی اور نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا، جیسا کہ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ کبھی مکھی بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بدن پر نہیں بیٹھی۔

4: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی پہلے دائیں جانب کرتے تھے۔ یہ صرف کنگھی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کا وجود شرافت اور زینت ہے اس میں دائیں جانب مقدم رکھنا سنت ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي شَيْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال آجانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ، إِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِي صُدْغَيْهِ وَلَكِنْ أَبُو بَكْرٍ، خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ.

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کیونکہ آپ کی صرف کنپٹیوں پر کچھ سفیدی آئی تھی البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔

زبدہ:

"کتم" ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ سرخ ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ مل کر مائل بہ سیاہی ہو جاتا ہے، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے، اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو خضاب سرخ ہو جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ شِبْتَ، قَالَ : شَيَّبَتْنِي هُودٌ، وَالْوَاقِعَةُ، وَالْمُرْسَلاَتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ، وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو بوڑھے ہو گئے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ آپ کے اعتدال کا یا آپ کی عمر کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ابھی تک جوان رہتے) حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورت ہود، سورت واقعہ، سورت مرسلات، سورت عم یتساءلون اور سورت اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالاَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحْيَتِهِ إِلَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی مبارک میں چودہ سے زیادہ سفید بال شمار نہیں کیے۔

زبدہ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بہت ہی کم تھے لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض روایات سے چودہ، بعض سے سترہ، اٹھارہ اور بعض سے بیس معلوم ہوتے ہیں مگر یہ اختلاف بھی کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ یہ اختلاف مختلف زمانوں کی وجہ سے ہے یا پھر گننے میں فرق لگا ہے یعنی گننے میں اشتباہ ہوا ہے۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات خضاب لگانے کے قائل ہوئے ہیں اور بعض حضرات

فرماتے ہیں کہ بال جب سفید ہوتا ہے تو اکثر اول سرخ ہوتا ہے پھر سفید اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کے بالوں کو خضاب کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی کیونکہ آخری عمر تک بہت کم تعداد میں بال مبارک سفید ہوئے تھے جو کہ آپ کی کنپٹیوں پر تھے یا مانگ نکالنے کی جگہ پر چند ایک بال سفید تھے مگر جب آپ سر مبارک میں تیل لگاتے تھے تو وہ بھی نظر نہیں آتے تھے کیونکہ تیل کی وجہ سے سب بال چمکنے لگتے تھے یا تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے اور سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے چھپ جاتے تھے۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سفید ہونے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں قبل از وقت بوڑھے ہونے کی وجہ بعض روایات میں یہ آئی ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے فلاں فلاں سورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اس میں مختلف اوقات میں مختلف سورتوں کا ذکر آیا ہے۔ مراد ان سے وہ سورتیں ہیں جن میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امور میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جاتے تو تم ہنسنا بہت ہی کم کر دیتے اور اکثر اوقات رویا کرتے حتیٰ کہ بیویوں کے پاس جانا بھی چھوڑ دیتے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بالوں والا جوان تھا۔ ایک ہی رات میں اس کے بال بالکل سفید ہو گئے۔ لوگوں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا ہے کہ لوگ زنجیروں کے ذریعے کھینچ کھینچ کر جہنم میں ڈالے جا رہے ہیں۔ اس کی دہشت مجھ پر کچھ ایسی غالب آئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت پر پہنچا دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: سُئِلَ أَبُو هُرَيْرَةَ: هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کو خضاب کیے ہوئے دیکھا۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف گذشتہ باب میں ذکر کر دیا گیا ہے، البتہ خضاب لگانے کے بارے میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ خضاب مستحب ہے البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے اور شافعیہ کے نزدیک خضاب سنت ہے لیکن سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔

2: ”خضاب“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بالوں کو رنگا جاتا ہے۔ یہ چیز مہندی، وسمہ، کتم یا کوئی اور جدید مرکب چیز ہو خضاب ہی کہلاتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كُحْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اكْتَحِلُوا بِالإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ. وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلاثَةً فِي هَذِهِ، وَثَلاثَةً فِي هَذِهِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو۔ اس لیے کہ یہ آنکھوں کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوتے وقت اثمد سرمہ ضرور ڈالا کرو، یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الإِثْمِدُ.

یعنی تمہارے تمام سرموں میں سے بہترین سرمہ "اثمد" ہے۔

زبدۃ:

1: سرمہ مختلف قسم کے پتھروں مثلاً سیاہ، سفید، نیلا، پیلا یا سرخی مائل سے تیار کیا جاتا ہے اور انسانی آنکھ کی لیے مفید دوائی اور باعث زینت ہے۔ سرمہ بھی ان چیزوں میں ایک ہے جن کو بطورِ زینت استعمال کیا جاتا ہے جیسے تیل، کنگھی، مہندی اور خوشبو وغیرہ۔

2: سرمہ کے استعمال میں تین فائدے ہیں:

بدنِ انسان کے لیے زینت، آنکھ کی بیماریوں کی لیے شفاء، سب سے بڑھ کر اتباعِ سنت جو کہ مقصودِ اصلی ہے اور اسی بنا پر سرمہ آنکھ میں ڈالنا مستحب ہے۔

3: سرمہ رات کو سوتے وقت ڈالنا زیادہ مفید ہے کیونکہ آنکھ میں دیر تک باقی رہتا ہے اور مسامات میں سرایت بھی خوب کرتا ہے۔

4: سلائی کے بارے میں مختلف روایات آئی ہیں:

(۱): دونوں آنکھوں میں تین تین کہ یہ طاق عدد ہے۔

(۲): دونوں آنکھوں میں ایک ایک کہ یہ بھی طاق عدد ہے۔

(۳): دائیں آنکھ میں تین اور بائیں میں دو کہ ان کا مجموعہ پانچ طاق عدد بن جاتا ہے۔

5: بعض روایات میں خاص اثمد سرمہ ڈالنے کی ترغیب آئی ہے۔ یہ سرمہ سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے اور بلاد شرقیہ میں پیدا ہوتا ہے لیکن یہ صرف ان آنکھوں کی لیے ہے جن کو موافق آجائے وگرنہ مریض آنکھ اس سے زیادہ دکھنے لگتی ہے۔

لہذا عام سرمہ ڈالنے سے سنت ادا ہو جائے گی مگر فضیلت اسی اثمد سرمہ کو حاصل ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي لِبَاسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں سے کرتا زیادہ پسند تھا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ يَتَّكِئُ عَلٰى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ رضی اللہ عنہ کے کندھے کا سہارا لیے ہوئے گھر سے باہر نکلے۔ اس وقت آپ کے اوپر یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم لپٹے ہوئے تھے۔ پس حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً، ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا کپڑا پہنتے تو (اظہارِ مسرت کے طور پر) اس کا نام لیتے یعنی عمامہ (پگڑی) قمیص یا چادر وغیرہ اور پھر یوں دعا فرماتے: اے اللہ! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں کیونکہ تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا ہے، میں تجھ سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (یعنی یہ کپڑا خراب نہ ہو، ضائع نہ ہو) اور اس چیز کی بھلائی چاہتا ہوں جس کے لیے اس کو بنایا گیا ہے اور میں تیری ذات ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے جن کے لیے یہ کپڑا بنایا گیا ہے (یعنی یہ کپڑا جس غرض کیلیے بنایا گیا ہے سردی و گرمی وغیرہ کیلیے اور اس کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو اور برائی یہ ہے کہ اللہ تعالی کی نافرمانی میں استعمال ہو۔)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبِسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! سفید کپڑے استعمال کیا کرو۔ زندگی میں سفید کپڑا ہی پہننا چاہیے اور سفید کپڑوں سے ہی اپنے مردوں کو دفن کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے بہترین لباس میں سے ہے۔

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ ظاہری طور پر زیادہ پاک اور باطنی طور پر بھی زیادہ پاکیزہ ہیں اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو دفن کیا کرو۔

زبدۃ:

1: لباس یعنی ستر پوشی انسانی فطرت میں داخل ہے جبکہ عریانی خلافِ فطرت ہے۔لباس کی پانچ قسمیں ہیں:

(ا): واجب: وہ لباس ہے جس سے ستر عورت ہو یعنی مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور عورت کے لیے عورت کے سامنے ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور مردوں کے سامنے تمام جسم۔

(۲): حرام: جس کے پہننے کی ممانعت آئی ہو جیسے مرد کے لیے بلا عذر ریشمی کپڑا اور عورت اور مرد دونوں کے لیے ایسا لباس جو کہ کافروں کا شعار ہو یعنی کفار کی پہچان ہو۔

(۳): مستحب: جس کے پہننے کی ترغیب آئی ہو جیسے عید کے روز عمدہ کپڑا اور جمعہ کے روز سفید کپڑا۔

(۴): مکروہ: جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو جیسے غنی اور مالدار کے لیے ہمیشہ پھٹا پرانا کپڑا پہننا اور بلا ضرورت کسی کے لیے بھی میلا کچیلا لباس پہننا۔

(۵): مباح: جو نہ ضروری ہو اور نہ اس سے منع کیا گیا ہو جیسے کوئی بھی لباس جو کہ موقع پر میسر ہو۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سفید رنگ، سبز رنگ، سرخ رنگ، سیاہ بالوں کی چادر، زعفران میں رنگا ہوا ایسا لباس جس پر زعفران کا اثر ختم ہو گیا ہو یعنی منقش چادروں کا مختلف اوقات میں استعمال کرنا ثابت ہے مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص زیادہ پسند تھی جس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ستر عورت بھی خوب ہے اور تجمل و زینت بھی۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول سادہ اور کم قیمت لباس استعمال فرمانے کا تھا مگر بسا اوقات نہایت قیمتی لباس بھی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت پاک صلی

اللہ علیہ وسلم سے ستائیس یا بتیس اونٹنیوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید نا بھی ثابت ہے مگر یہ لباس ریشم کا نہیں تھا بلکہ عمدہ کپڑا تھا اور بناوٹ بھی اچھی تھی مگر ایسا بہت کم ہوا ہے۔

(ہامش جمع الوسائل: ج1 ص151)

4: علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ پہنچے تک ہو اور چوغے وغیرہ میں سنت یہ ہے کہ پہنچے سے نیچے تک ہو مگر انگلیوں سے تجاوز نہ ہو۔

5: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مسلموں کے ملک سے درآمد شدہ کپڑوں کا استعمال کرنا بھی ثابت ہے اور ایسا جبہ کا استعمال بھی ثابت ہے جو نہایت تنگ آستین والا تھا حتیٰ کہ وضو کے وقت جبہ سے بازو باہر نکالنے پڑتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 363)

6: کپڑا پہننے کی دعاء:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ.

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ ، فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا .

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بادشاہِ حبشہ نجاشی نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیہ میں بھیجے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا، پھر وضو کیا تو ان پر مسح کیا۔

زبدۃ:

1: حبشہ کے بادشاہ کا اصل نام "اصحمہ" تھا۔ بعض محدثین کے نزدیک یہ اس وقت مسلمان ہو چکا تھا اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس بناء پر علماء نے اس حدیث سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے البتہ چونکہ دوسری بعض روایات میں کافر کے ہدیہ سے انکار بھی ہے اس لیے اصل صورت حال یہ ہے کہ اگر کافر کے ہدیہ قبول کرنے میں دین کے نقصان کا خدشہ ہو تو قبول کرنا جائز نہیں اور اگر دین کا نقصان نہ ہو تو قبول کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

2: چمڑے کا بنا ہوا موزہ پاؤں پر پہنا جاتا ہے۔ جب وضو کر کے اس کو پہن لیا جائے تو دوبارہ وضو کی ضرورت پیش آنے کی صورت میں اس پر مسافر کے لیے تین دن تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات تک مسح کرنا جائز ہے۔ نیز ایسی

جرابوں پر بھی مسح جائز ہے جو خوب موٹی ہوں اور کسی چیز سے باندھے بغیر تین چار میل ان کو پہن کر چل سکتا ہو۔ آج کل کی باریک اونی یا سوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ لہذا اس کا خاص خیال کیا جائے کہ باریک جرابوں پر مسح کرنے کا یہ فتنہ بھی عام ہو رہا ہے۔

3: موزے کے آداب میں سے ہے کہ موزہ پہننے سے پہلے جھاڑ لینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجزات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک سفر میں جنگل میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موزہ پہنا اور دوسرے کے پہننے کا ارادہ فرمارہے تھے کہ ایک کوا آکر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لے جا کر اس کو پھینک دیا۔ اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو کہ گرنے کی چوٹ لگنے سے باہر آگیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا کہ اس نے موذی جانور سے حفاظت فرمائی اور موزہ کے آداب میں یہ بات فرمادی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لے۔ بند اور لمبے جوتوں کو بھی پہننے سے پہلے جھاڑ لینا چاہیے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَهُمَا قِبَالَانِ.

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتے میں دو دو تسمے تھے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ: رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا.

ترجمہ: عبید بن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نعال سِبْتِيَّة (یعنی بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتا) کیوں پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ایسا جوتا پہنتے تھے جس میں بال نہ ہوں اور آپ اسی جوتے سمیت وضو فرماتے تھے۔ چنانچہ میں بھی ایسا جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ

أَبِي الزُّبَيْرِ ، عَنْ جَابِرٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ ، يَعْنِي الرَّجُلَ ، بِشِمَالِهِ ، أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے یا ایک ہی پاؤں میں جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى قَالَ : حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ ، فَلْتَكُنِ الْيَمِينُ أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو شخص جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے ابتداء کرے اور جب جوتا اتارے تو بائیں پاؤں سے ابتداء کرے تاکہ دایاں پاؤں پہننے میں مقدم ہو اور اتارنے میں مؤخر ہو۔

زبدۃ:

1: جوتے کا استعمال تو انسان کی زینت بلکہ ضرورت میں شامل ہے اور بغیر کسی مجبوری کے جوتے کا ترک کرنا اخلاقی لحاظ سے معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس دورِ جدید میں تو مختلف قسم، وضع اور رنگوں کے جوتے بنائے جاتے ہیں مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے خطہ میں دباغت شدہ یا کچی کھال کا جوتا بنایا جاتا تھا۔ کبھی بالوں سمیت اور کبھی بال صاف کر دیے جاتے تھے اور عام رواج میں جو جوتا استعمال ہوتا تھا وہ چپل نما ہوتا تھا جس کے آر پار دو تسمے لگا دیے جاتے تھے۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک جوتا عام طور پر چمڑے کو بالوں سے صاف کر کے بنایا جاتا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا مبارک ایک بالشت دو

انگلی کے برابر ہوتا تھا۔ جوتے کی ایڑی والا حصہ سات انگلی چوڑا، درمیانی حصہ پانچ انگلی چوڑا اور اگلا حصہ چھ انگلی چوڑا ہوتا تھا۔ اس پیمائش کے بنے ہوئے تلے کے اوپر آر پار دو دہرے تسمے ہوتے تھے۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کا تسمہ مبارک دوہرا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے جوتے کا تسمہ بھی دوہرا تھا مگر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ایک تسمے کا استعمال شروع فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ کہیں اس کو فرض یا واجب کا درجہ نہ دے دیں اور امت کو تنگی کا سامنا ہو۔

4: حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْنِ مَخْصُوفَتَيْنِ.

کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ٹانکے لگے ہوئے جوتوں میں نماز پڑھ رہے تھے۔

لہٰذا یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اگر جوتے پاک ہوں تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہے۔

5: جوتے کے آداب میں سے ہے کہ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنا جائے مگر اتارتے وقت پہلے بائیں پاؤں سے اتاریں پھر دائیں پاؤں سے۔ ایک اہم ادب یہ بھی ہے کہ بلا وجہ صرف ایک پاؤں میں جوتا پہننا اور ایک میں نہ پہننا اخلاقاً معیوب ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ لہٰذا دونوں جوتے ہی پہننے چاہییں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ خَاتَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ، وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِيّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللّٰهُ سَطْرٌ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش مبارک اس طرح تھا کہ ایک سطر میں ”محمد“، دوسری سطر میں ”رسول“، اور تیسری سطر میں لفظِ ”اللہ“ تھا۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَبُو عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ، وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ رضی اللہ

عنہم نے عرض کیا: وہ لوگ مہر کے بغیر خطوط قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ منقش تھے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی مبارک اتار دیتے۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں سونے کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی ہے مگر جب مردوں کے لیے سونے کے زیور کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا۔ اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی مگر بعد میں اس کو بھی اتار دیا۔ البتہ روایات سے اتارنے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

پھر سنہ چھ ہجری میں معاہدہ حدیبیہ کے بعد آپ نے مختلف سربراہانِ مملکت کے نام تبلیغی دعوت نامے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایسی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا جو مہر لگانے کے کام بھی آسکے۔ چنانچہ یہ کام یعلیٰ بن امیہ کے ذمہ لگایا گیا تو انہوں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بھی بنائی، اس میں نگینہ بھی لگایا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ بھی کندہ کیے۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ ایک روایت کے مطابق حبشی اور دوسری کے مطابق چاندی کا تھا۔ اس میں کوئی اختلاف والی بات نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہو تو چاندی کا مگر اس کو بنانے والا حبشی ہو یا اس کو حبشی طریقہ پر بنایا گیا ہو۔ زیادہ بہتر صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں پہننا ثابت ہے۔ اس لیے ہر کسی نے اپنے مشاہدے کے مطابق نقل کر دیا۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک وصال کے بعد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ ان کے وصال کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ ان کے وصال کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چھ سال تک رہی۔ پھر ایک دن بئر اریس (یہ ایک کنویں کا نام ہے) پہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ آپ دونوں میں سے کوئی ایک انگوٹھی مبارک دوسرے کو پکڑا رہا تھا کہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی۔ پھر باوجود بہت زیادہ تلاش کے نہ مل سکی۔ کہتے ہیں کہ اس انگوٹھی مبارک کے گم ہونے کے ساتھ خیر وبرکات میں بہت فرق آ گیا اور اس امت میں نہ ختم ہونے والے فتنوں کا آغاز ہو گیا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی شہید ہو گئے۔

4: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی تو مطلقاً حرام ہے، البتہ چاندی کی انگوٹھی اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ چار ماشہ سے زائد نہ ہو، البتہ نگینہ کی اجازت ہے کہ وہ کسی بھی دھات یا پتھر کا ہو اگرچہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔ اس میں بھی قاضی، مفتی وغیرہ کے لیے جن کو مہر وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے ان کے لیے سنت ہے، البتہ زینت کی نیت سے پہننا مناسب نہیں اور غیر اولیٰ ہے۔ عورت کے لیے سونے اور چاندی کی انگوٹھی تو جائز ہے، اس کے علاوہ پیتل، لوہا وغیرہ کسی دوسری دھات کی جائز نہیں جبکہ

انگوٹھی کے علاوہ کے زیور کسی بھی دھات کے عورت کے لیے جائز ہیں۔

5: انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں پہننا جائز ہے، کسی ایک ہاتھ کی تخصیص نہیں کیونکہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور کبھی بائیں ہاتھ کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) میں پہنتے تھے۔

6: ہر ایسی انگوٹھی جس پر اللہ جلّ جلالُہ یا کوئی اور متبرک نام یا لفظ درج ہو تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بیت الخلاء جاتے وقت اس کو اتار دینا چاہیے جیسا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک تھا۔

7: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کے نقش مبارک کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس کی صورت یہ تھی:

اللہ

رسول

محمد

یعنی اللہ پاک کا نام اوپر تھا اور مہر گول تھی اور نیچے سے پڑھی جاتی تھی۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر الفاظ سے

محمد

رسول

اللہ

معلوم ہوتا ہے یعنی اللہ پاک کا نام نیچے تھا اور اوپر سے نیچے پڑھی جاتی تھی۔

7: اب آخر میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مبارک والے نامے ذکر کیے جاتے ہیں جو کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف سربراہانِ مملکت کے نام بھیجے تھے:

(۱):کسریٰ شاہِ فارس کے نام حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ والا نامہ بھیجا۔ کسریٰ بد بخت نے والا نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے! چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے بری طرح قتل کیا۔ اس کسری کا نام پرویز تھا اور یہ نوشیروان کا پوتا تھا۔ "کسریٰ" فارس کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ والا نامہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِيۡمِ. مِنۡ مُحَمَّدٍ رَسُوۡلِ اللهِ إِلٰى كِسۡرٰى عَظِيۡمِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى وَآمَنَ بِاللهِ وَرَسُوۡلِهِ وَشَهِدَ أَنۡ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحۡدَهُ لاَ شَرِيۡكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهُ وَرَسُوۡلُهُ وَأَدۡعُوۡكَ بِدُعَاءِ اللهِ فَإِنِّيۡ أَنَا رَسُوۡلُ اللهِ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِأُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكَافِرِيۡنَ فَإِنۡ تُسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ وَإِنۡ أَبَيۡتَ فَإِنَّ عَلَيۡكَ إِثۡمَ الۡمَجُوۡسِ .

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ کے کلمہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اس لیے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ ان لوگوں کو ڈراؤں جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے) تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے (اور قیامت کے دن ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ہم کو علم نہ تھا) تو اسلام قبول کر لے تاکہ تو خود بھی سلامت رہے ورنہ تیرے متبعین مجوسیوں (آگ پرستوں) کا وبال بھی تجھ پر ہوگا (کیونکہ وہ تیرے اقتدار میں گمراہ ہو رہے ہیں)

(۲):قیصر بادشاہِ روم کے نام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ قیصر کا نام ہرقل تھا۔ یہ شخص اسلام تو نہیں لایا مگر اس نے نامہ مبارک کی بڑی عزت و توقیر کی۔ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے تو ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیے مگر قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی۔

والانامہ یہ ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ {وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ}

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ہرقل کی طرف جو کہ روم کا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے جو ہدایت اختیار کرے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (توحید) کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام لے آ تاکہ تو سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہ تجھ کو دہرا اجر عطا فرمائیں اور اگر تو اعراض کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تیری گردن پر ہو گا۔

”اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو رب کا درجہ نہ دے۔ اگر اس کے بعد اہلِ کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ

رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔"

(۳): نجاشی بادشاہِ حبشہ کے نام حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا۔ شاہِ حبشہ کا نام "اصحمہ" تھا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوا تھا۔ اس کا جنازہ بھی آپ نے ہی پڑھایا تھا۔ اس کے نام جو والا نامہ بھیجا تھا وہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله إلى النجاشي ملك الحبشة: سلام عليك إني أحمد إليك الله،الله الذي لا إله إلا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن، وأشهد أن عيسى بن مريم روح الله وكلمته ألقاها إلى مريم البتول الطيبة الحصينة، فحملت بعيسى فخلقه الله من روحه كما خلق آدم بيده، وإني أدعوك وجنودك إلى الله عز وجل، وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحي، والسلام على من اتبع الهدى .

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام۔ تم پر سلامتی ہو، میں اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ (ایسا) بادشاہ (ہے جو) عیوب سے پاک ہے، ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے اور میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کے کلمہ تھے جسے اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کنواری حضرت مریم کے پاس بھیجا، پس وہ حاملہ ہو گئیں، حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص روح سے پیدا کیا اور اس میں جان ڈال دی۔ میں تمہیں اسی وحدہ لاشریک کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور راس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لایا ہوں اس پر ایمان لاؤ، بلا شبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں

اللہ کی طرف تم کو اور تمہارے لشکر کو بلاتا ہوں، میں نے حق بات تم تک پہنچادی ہے اور تمہیں نصیحت بھی کر دی ہے، تم میری نصیحت قبول کرو اور سلامتی اسی شخص پر ہے جو ہدایت کا اتباع کرے۔

8: بعض مشہور مسلمان شخصیات کی انگوٹھیوں پر بعض الفاظ کندہ ہونا بھی تاریخی کتب میں مذکور ہے مگر روایات اس قدر پختہ اور صحیح نہیں کہ ان پر احادیث صیحہ کی طرح یقین کیا جاسکے مگر انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی انگوٹھی پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی پر "لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ" حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی پر "اَنَا اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ" امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر "كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا" امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر "لِلّٰهِ الْمُلْكُ" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" حضرت مسروق تابعی علیہ الرحمۃ کی انگوٹھی پر "بِسْمِ اللهِ" حضرت امام نخعی علیہ الرحمۃ کی انگوٹھی پر "اَلثِّقَةُ لِلّٰهِ" اور حضرت امام باقر علیہ الرحمۃ کی انگوٹھی پر "اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ" کے الفاظ کندہ تھے۔

(امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال: فصل فی خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء 7 ص 41)

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے بیان میں

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ، وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ الَّذِي سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيبٍ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی۔ اس کا نگینہ ہتھیلی (یعنی نیچے) کی طرف کر دیا کرتے تھے اور اس انگوٹھی مبارک میں آپ نے "محمد رسول اللہ" کندہ کروایا تھا اور آپ نے منع فرمایا تھا کہ کوئی اور آدمی یہ الفاظ اپنی انگوٹھی میں کندہ کروائے اور یہ وہی انگوٹھی مبارک تھی جو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے اس کنویں میں گر گئی تھی جس کا نام "بئر اریس" تھا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا.

ترجمہ: حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما انگوٹھی اپنے بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: لاَ أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جسے آپ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ آپ کے اتباع میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پس آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا: اب میں یہ کبھی نہ پہنوں گا، تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہنی مگر یہ اس وقت تھا جب سونے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ سونے کی حرمت کے نازل ہونے کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دی تھی۔ لہٰذا اب اس کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے مگر حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ کا رجحان دائیں ہاتھ میں پہننے کی طرف ہے۔ اس لیے تمام ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں انگوٹھی کے دائیں ہاتھ میں پہننے کا ذکر ہے

(سوائے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما والی موقوف روایت کے کیونکہ اس میں بائیں ہاتھ میں پہننے کا تذکرہ ہے) مگر صحیحین یعنی صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی درجہ اول کی روایات میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا ذکر موجود ہے۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ جو کہ فنِ حدیث کے امام ہیں، فرماتے ہیں: مجھے احادیث کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ اور اگر مہر کی نیت سے پہنے تو بایاں ہاتھ زیادہ موزوں ہے۔

(فتح الباری: ج1 ص402 باب من جعل فص الخاتم فی بطن کفہ)

3: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ انگوٹھی چھوٹی انگلی میں پہننا ہی سنت ہے۔

4: انگوٹھی کا نگینہ اوپر کی جانب کرنا بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے مگر اکثر روایات میں انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھنا ہی ثابت ہے۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نگینہ کا ہتھیلی کی طرف رکھنا ہی افضل ہے کیونکہ اس میں نگینہ کی حفاظت بھی ہے اور عجب و تکبر سے بھی حفاظت ہے۔

(جمع الوسائل مع الہامش: ج1 ص188)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مردوں کی انگوٹھی میں نگینہ ہتھیلی کی طرف اور عورتوں کی انگوٹھی میں نگینہ اوپر کی جانب ہونا چاہیے کیونکہ عورتوں کا مقصد ہی زینت ہوتا ہے۔

(رد المحتار: ج9 ص596)

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک کے قبضہ کی ٹوپی (یعنی مٹھی) چاندی کی تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: صَنَعْتُ سَيْفِي عَلَى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، وَزَعَمَ سَمُرَةُ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلَى سَيْفِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنَفِيًّا.

ترجمہ: حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ بن جندب (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار کی طرز پر بنائی اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک کی طرز پر بنائی تھی اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار قبیلہ بنو حنیفہ کی طرز پر تھی۔

زبدۃ:

1: اسلام کے ابتدائی دور میں سب سے اہم ہتھیار تلوار، نیزہ اور تیر تھے اور میدان جنگ میں سب سے کار آمد سواری گھوڑا تھی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی کئی ایک تلواروں کا محدثین نے ذکر فرمایا ہے جو وقتاً فوقتاً جہاد میں کام آتی رہیں جیسے ماثور، قضیب، قلعی، حتف، رسوب، صمصامہ، لحیف اور ذوالفقار۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تلوار مبارک بنو حنیفہ قبیلہ کی تلواروں کی طرز پر تھی یا اس کو بنانے والا قبیلہ بنو حنیفہ کا آدمی تھا۔ بہرحال جو بھی ہو بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے۔ یہ حضرات بھی یکے بعد دیگرے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایسی تلواریں بناتے رہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دِرْعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ، فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ، وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَوْجَبَ طَلْحَةُ.

ترجمہ: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر دو زرہیں تھی۔ آپ ایک چٹان پر چڑھنا چاہتے تھے مگر اس کی طاقت نہیں پا رہے تھے۔ پس آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نیچے بٹھایا اور ان کے ذریعہ اوپر چڑھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے واجب کر لیا ہے (یعنی جنت کو یا میری شفاعت کو)

زبدۃ:

1: جنگ اُحد کے موقع پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اونچی چٹان پر چڑھنا چاہتے تھے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو دیکھ کر مطمئن رہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو دیکھنے کے لیے اوپر چڑھنا چاہتے تھے مگر اوپر چڑھنے کی ہمت نہ تھی۔ آپ زخمی تھے، سر مبارک میں زخم

تھا، دندان مبارک بھی شہید ہو گئے تھے، خَود کی کڑیاں بھی سر میں یا رخسار میں چبھ گئی تھیں تو کمزوری بہت ہو گئی تھی۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر دو زِرہیں بھی پہن رکھی تھیں تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح چٹان پر چڑھے۔ پھر حضرت طلحہ کو دعا دی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کے نام لے کر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش میں ساتویں نمبر پر ایمان لے آئے تھے۔ غزوہ اُحد میں ان کی بہت بڑی قربانی تھی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار تیروں کی بارش کر رہے تھے جس کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ پر روک رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر پچاسی زخم لگے حتیٰ کہ ہاتھ شل ہو گیا مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع نہیں چھوڑا۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ استعمال فرمائی ہے جو کہ توکل کے ہرگز منافی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توکل کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اسبابِ ظاہرہ مکمل اختیار کرنے کے بعد نتیجہ مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ واضح رہے کہ اسباب کے چھوڑ دینے کا نام توکل نہیں بلکہ تعطل ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم دینے کے لیے ایسے اعمال فرمائے تھے۔ تیسری وجہ کہ میدانِ جنگ میں حفاظتی اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے دیا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ .

(سورۃ النساء:71)

اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق تعالیٰ کے احکام کی کون تعمیل کر سکتا ہے!

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سات زرہیں تھیں:

(۱) ذات الوشاح، (۲) ذات الحواشی، (۳) ذات الفضول، (۴) فضہ، (۵) سغدیہ یا سعدیہ، (۶) بتراء، (۷) خرنق

احادیث میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ کمانوں، سات گھوڑوں، تین ڈھالوں، پانچ نیزوں اور ایک تھیلے کا ذکر بھی آتا ہے جن کو موقع کی مناسبت سے برکت کی خاطر ذکر کردیا جاتا ہے:

کمانیں: (۱) الزوراء، (۲) الروحاء، (۳) الصفراء، (۴) شوحط، (۵) الکتوم، (۶) السداد

گھوڑے: (۱) السیف، (۲) المدتجز، (۳) الظرب یا الطرب، (۴) اللحیف، (۵) اللزار، (۶) الورد، (۷) سبحۃ

نیزے: (۱) المثویٰ، (۲) المثنیٰ یا المنثنیٰ، (۳) البغا یا بیضاء، (۴) عمذۃ، (۵) حربۃ

ڈھالیں: (۱) الذلوق، (۲) القنق یا الفتق (۳) تیسری ڈھال پر عقاب یا مینڈک کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جب آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ معجزانہ طور پر مٹ گئی۔

جس تھیلے میں تیر ذخیرہ فرماتے تھے اس کا نام ”کافور“ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خَود مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ: فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ لَهُ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: اقْتُلُوهُ.

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا: ابنِ خطل کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس روز حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں نہ تھے۔

زبدۃ:

1: میدانِ جنگ میں سر کو زخموں سے بچانے کے لیے سر پر لوہے کی ٹوپی پہنی جاتی ہے اس کو "خود" کہتے ہیں۔ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر داخل ہوئے تو سر مبارک پر کالے رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس کے اوپر ذرہ پہنی ہوئی تھی۔ پھر شہر میں پہنچ کر آپ نے خَود اتار دیا اور عمامہ باندھے

رکھا۔ اس لیے جن روایات میں فتح مکہ کے وقت سر مبارک پر پگڑی باندھنے کا ذکر ہے وہ بھی درست ہیں۔

:2 حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص بیت اللہ میں، ابوسفیان کے گھر میں یا اپنے گھر میں بند رہے یا ہتھیار ڈال دے تو اسے امان ہے۔ البتہ گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیے جائیں کیونکہ ان کے جرائم ہی ناقابلِ معافی تھے۔ ان میں بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہو کر امان میں آ گئے۔

جن آٹھ کو امان نہیں ملی ان میں عبد العزیٰ بن خطل بھی تھا جو کہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آ گیا تھا۔ اس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کسی قبیلہ کی طرف زکوۃ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا تو اس بدبخت شخص نے اپنے غلام کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے کھانا پکانے میں کچھ دیر کر دی۔ یہ شخص قصاص کے خوف سے مرتد ہو کر مکہ چلا گیا اور وہاں پہنچ کر خود بھی اور اپنی دو لونڈیوں سے بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرواتا تھا۔ اس لیے جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے تو یہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹ گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سابقہ جرائم کو یاد کرتے ہوئے آہ وزاری کر دی ہو گی اور ساتھ ہی اس کے ذہن میں ہو گا کہ یہ لوگ کعبہ کی تعظیم تو کرتے ہی ہیں، مجھے اس کے غلاف کے ساتھ لپٹا دیکھ کر چھوڑ دیں گے۔ غالباً اسی بناء پر کسی نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع بھی کیا کہ وہ تو غلافِ کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو وہیں قتل کر دو۔ چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اس کو مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان قتل کر دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِمَامَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی تھی۔

زبدۃ:

1: سر پر پگڑی باندھنا سنت مطہرہ ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دستار مبارک خود بھی پہنی ہے، اس کی تعریف بھی فرمائی ہے اور اس کے باندھنے کی ترغیب بھی دی ہے۔ فتح الباری میں روایت ہے کہ پگڑی باندھا کرو اس سے حلم پیدا ہوتا ہے۔ عینی کی روایت ہے کہ پگڑی باندھا کرو، پگڑی اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

2: پگڑی زعفران کے رنگ والی تو نہیں پہننی چاہیے، باقی کسی بھی رنگ کی جائز ہے، البتہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی بھی پہنی ہے اور سفید رنگ کی تو تعریف فرمائی ہے۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پگڑی لمبی بھی استعمال فرمائی ہے اور چھوٹی بھی۔ لمبی پگڑی بارہ ہاتھ کی ہوتی تھی اور چھوٹی پگڑی مبارک چھ یا سات ہاتھ کی

ہوتی تھی۔

4: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ شملہ کے بارے میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتیٰ کہ بعض علماء نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بغیر شملہ کے عمامہ باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے شملہ کے بغیر بھی باندھ لیتے تھے۔ پھر شملہ چھوڑنے میں بھی معمول مختلف رہا ہے، کبھی آگے دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دیتے تھے اور کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقے پر چھوڑ دیتے تھے۔ علامہ مناوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح پچھلی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دینا ہے۔

(حاشیۃ جمع الوسائل للمناوی: ج1 ص206)

5: پیچھے کی طرف لٹکنے والے شملہ کی حد یہ ہے کہ وہ نصف کمر تک ہو، اس سے نیچے نہ ہو اور خاص بات یہ ہے کہ عمامہ کو بغرض عجب اور تکبر باندھنا کہ دوسروں کو حقیر جانے یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِزَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلاَلٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ : أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ ، كِسَاءً مُلَبَّدًا وَإِزَارًا غَلِيظًا ، فَقَالَتْ : قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَيْنِ.

ترجمہ: حضرت ابوبُردہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین (میری امی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہی ہوا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نَذِيرٍ ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ : أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ فَقَالَ : هَذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلاَ حَقَّ لِلإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے گوشت کا حصہ یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر فرمایا کہ تہبند باندھنے کی جگہ یہ ہے اور اگر تم نیچے تک لٹکانا چاہو تو کچھ اور نیچے تک کرلو اور اگر مزید نیچے کرنا چاہو تو لنگی کا ٹخنوں میں کوئی حق نہیں ہے (یعنی ٹخنوں کو لنگی نہ چھپائے)

زبدۃ:

1: اس باب میں صرف حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند باندھنے کا ذکر

ہے البتہ بعض دوسری روایات میں شلوار کا ذکر بھی آیا ہے کہ آپ نے کسی موقع پر شلوار خریدی، اس کی تعریف بھی کی مگر خود شلوار پہننے کا کسی صحیح روایت سے ثبوت نہیں ہے۔ جس طرح تہبند باندھنا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس طرح پاجامہ یا شلوار کا باندھنا ثابت نہیں۔ اگرچہ اس کا پہننا شرعاً صحیح اور جائز ہے۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے یہودی صرف شلوار پہنتے تھے، تہبند نہیں باندھتے تھے۔ اس سلسلہ میں جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم کبھی شلوار اور کبھی تہبند باندھو تا کہ یہودیوں کی بالکل موافقت رہے اور نہ ہی بالکل مخالفت ۔

:2 حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول مبارک نیچے لنگی باندھنے اور اوپر چادر اوڑھنے کا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لمبی، اڑھائی ہاتھ چوڑی اور ایک قول کے مطابق چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی۔ آپ کی لنگی مبارک چار ہاتھ ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی تھی۔

:3 حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کے وقت تک معمول سادہ اور کم قیمت حتیٰ کہ پیوند لگے کپڑے پہننے کا تھا حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں اور دوسرے ملکوں کے سلاطین کی طرف سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع تھا لیکن حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اپنی ذاتی معیشت کے لیے وہی قدیم طرز کا رہا اور جو کچھ آتا اس کو دوسروں پر تقسیم فرما دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی نہایت سادگی میں گزری اور اس میں کبھی کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ سیرت کی کتابوں میں تو یہاں تک موجود ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی آخری شب میں آپ کے گھر میں چراغ روشن کرنے کے لیے تیل بھی نہیں تھا۔ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ

عنہا نے پڑوسیوں کے گھر سے عاریتاً حاصل کر کے چراغ جلایا تھا۔

4: ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ لٹکانا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی شخص کے ٹخنے پر پھنسی یا زخم ہو اور اس پر مکھی وغیرہ بیٹھتی ہو تو ایسے شخص کو اس کی حفاظت کے لیے لنگی یا پاجامہ لٹکانا جائز ہے جب تک زخم اچھا نہ ہو۔ ہاں جب زخم اچھا ہو جائے تو پھر نہ لٹکائے۔

5: ٹخنوں کا ڈھانکنا حرام ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ:

(۱): "نَازِلًا" یعنی کپڑا اوپر سے لٹکا ہوا ہو۔ لہٰذا جرابوں یا موزوں سے ٹخنہ ڈھکا ہو تو کچھ بھی حرج نہیں۔

(۲): "قَائِمًا" یعنی انسان کھڑا ہو۔ اس میں رکوع بھی شامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ٹانگ کا کھڑا ہونا۔ ہاں اگر بیٹھا یا لیٹا ہو تو ٹخنے کو ڈھانکنے میں کوئی حرج نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِشْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چال مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي يُونُسَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: وَلَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مِشْيَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سورج آپ کے چہرہ مبارک پر ہی چل رہا ہے اور میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار بھی نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپ کے لیے لپٹی جا رہی ہے۔ ہم تو آپ کے ساتھ چلنے میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دیتے تھے اور آپ اپنی معمولی رفتار میں چل رہے ہوتے تھے۔

زبدۃ:

اس باب کی اس روایت اور دیگر روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک عام آدمی کی رفتار سے تیز تھی مگر چال مبارک ایسی تھی کہ ہموار جگہ پر چلتے ہوئے بھی ڈھلوان میں اترتے ہوئے نظر آتے تھے۔ آپ قدم مبارک اٹھا اٹھا کر اس طریقے سے آگے جھک کر چلتے جیسے کوئی آدمی نشیبی جگہ میں اتر رہا ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي جِلْسَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ جَدَّتَيْهِ، عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ: فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

ترجمہ: حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب میں نے آپ کو اس عاجزانہ حالت میں دیکھا تو میں آپ کے رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ آپ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔

زبدۃ:

1: "گوٹ مار کر بیٹھنا" یہ کہلاتا ہے کہ انسان دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ بنالے۔ یہ ہیئت تواضع اور عاجزی کی ہے اور اس میں راحت بھی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھنا

عرب کی دیواریں ہیں۔ (یعنی جنگل میں چونکہ دیواریں نہیں ہوتیں جس سے سہارا ہوسکے، اس لیے یہ قائم مقام دیوار کے ہے۔)

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بھی اکثر گوٹ مار کر بیٹھتے تھے مگر کبھی دوسری حالت پر بیٹھنا بھی ثابت ہے جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک مسجد شریف میں چار زانو تشریف رکھتے تھے۔

بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کمر اور پنڈلیوں پر کپڑا لپیٹ لیا جاتا ہے جو کہ مزید راحت کا باعث ہے۔

2: دوسری حدیث مبارک جس میں چت لیٹنے کا ذکر ہے اس کی صورت یہ ہے دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم کو دوسرے قدم پر رکھ لے ورنہ چت لیٹنے کی دوسری صورت یعنی ایک قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کرکے اس پر رکھے۔ اس کی ممانعت آئی ہے۔ اس کی وجہ بھی ہے کہ عرب میں عام طور پر رواج لنگی باندھنے کا تھا اور اس دوسری صورت میں ستر کھلنے کا خدشہ بہت زیادہ ہے۔ البتہ اگر شلوار یا پاجامہ پہنا ہو تو جیسے بھی لیٹے کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تُكَأَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ.

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو کہ آپ کی بائیں جانب تھا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

زبدۃ:

1: تکیہ لگا کر بیٹھنا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اگر مجبوری نہ بھی ہو تو بھی اپنی سہولت کے مطابق آدمی دائیں یا بائیں کسی طرف بھی تکیہ لگا سکتا ہے۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو اپنے پیچھے بھی تکیہ رکھ کر اس کے ساتھ ٹیک لگا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہر طرح درست ہے۔

2: تکیہ لگا کر بیٹھنا تو درست ہے مگر تکیہ لگا کر کھانا کھانا متکبرین کی علامت ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تکیہ لگا کر نہیں کھایا۔ ہمیشہ ایک زانو یا دو زانو ہو کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ کبھی عذر ہو تو الگ بات ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں اس میں داخل ہیں:

(۱): دائیں یا بائیں پہلو کو تکیہ یا دیوار وغیرہ پر سہارا لگانا

(۲): ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگانا

(۳): چوزانو یعنی چوکڑی مار کر کسی گدے وغیرہ پر بیٹھنا

(۴): کمر کو تکیہ یا دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا

تکیہ لگا کر کھانے سے بہت زیادہ کھایا جاتا ہے، اس سے پیٹ بھی بڑھ جاتا ہے اور کھانا جلدی ہضم بھی نہیں ہوتا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اتِّكَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارا لے کر چلنے کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَفَّافُ الْحَلَبِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ وَعَلَى رَأْسِهِ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ : يَا فَضْلُ قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ : اشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِي قَالَ : فَفَعَلْتُ، ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بیماری کے دوران حاضر ہوا جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی۔ اس وقت آپ کے سر مبارک پر زرد رنگ کا ایک پٹکا تھا۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: اے فضل! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پٹکا میرے سر پر کس کے باندھ دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے پر رکھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور مسجد میں تشریف لے آئے۔

اس حدیث میں ایک لمبا واقعہ بھی ہے۔

زبدۃ:

1: گزشتہ باب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹیک لگا کر بیٹھنے کے بیان میں

تھا اور یہ باب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارا لے کر چلنے کے بیان میں ہے۔

2: اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ یہ ہے:

ایک دن حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کرو۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا:

میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب ہے، اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو تو میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لو اور جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو وہ میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہے وہ مال سے بدلہ لے لے، کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ بدلہ لینے سے میرے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کیونکہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے اور نہ میرے لیے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کرے یا معاف کر دے کہ میں اللہ جل شانہ کے ہاں بشاشت کے ساتھ جاؤں، میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر کفایت نہیں کرنا چاہتا، پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔

چنانچہ اس کے بعد منبر سے اتر آئے۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا۔ نیز بغض کے متعلق مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ بھی ادا کرے اور دنیا میں رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔

ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ ہیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی تکذیب نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی اس کو قسم دیتا ہوں لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ

کیسے ہیں؟اس شخص نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضل!اس کے تین درہم ادا کر دو۔ اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درہم بیت المال کے ہیں، میں نے خیانت سے لیے تھے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیانت کیوں کی تھی؟ عرض کیا کہ میں اس وقت بہت محتاج تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضل!اس سے تین درہم لے لو۔

اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعا کرا لے۔ ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، بہت سونے کا مریض ہوں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: یااللہ! اس کو سچائی عطا فرما، (کامل) ایمان عطا فرما اور زیادتی نیند کے مرض سے صحت عطا فرما۔

اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو میں نے نہ کیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو؟! حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! چپ رہو، دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یااللہ! اس کو سچائی اور (کامل) ایمان عطا فرما اور اس کے احوال کو بہتر بنا دے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع سے کوئی بات کہی جس پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں، میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے جدھر بھی وہ جائیں۔

ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اٹھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بزدل ہوں اور سونے کا مریض ہوں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی۔

حضرت فضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بہادر نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور اسی طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي صِفَةِ أَكْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا مبارک کھانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ.

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور بعد میں ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لائی گئیں اور میں نے دیکھا کہ آپ وہ کھجوریں کھا رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگا کر تشریف فرما تھے۔

زبدۃ:

1: کھانا کھانے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا تین انگلیوں (درمیانی انگلی، انگشتِ شہادت اور انگوٹھا) سے کھایا جائے کیونکہ ایک انگلی سے کھانا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ ہے، دو سے کھانا تکبر اور غرور کی علامت ہے اور تین سے کھانا سنت ہے اور چار یا پانچ سے کھانا حرص اور لالچ کی علامت ہے۔ بسا اوقات معدہ پر بوجھ

ہو جاتا ہے اور کھانا حلق میں اٹک جاتا ہے۔ اس لیے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا کھایا جائے۔ ہاں اگر کوئی عذر یا ضرورت ہو مثلاً کھانا ایسا ہو کہ تین انگلیوں سے کھانے میں مشکل پیش آتی ہو تو کوئی حرج نہیں جیسے موجودہ دور میں میانوالی (پاکستان کا ایک علاقہ جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے) کا بنا ہوا اکھڑی حلوہ جب کہ وہ خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

2: کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا بھی سنت ہے۔ بعض روایات میں تین مرتبہ چاٹنا بھی ثابت ہے اور بعض روایات میں اس کی ترتیب بھی وارد ہوئی ہے کہ پہلے درمیانی انگلی، پھر انگشتِ شہادت پھر انگوٹھا مبارک کو چاٹ لیتے تھے۔

مسلم شریف میں کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں چاٹنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّهُ لَا يَدْرِیْ فِیْ أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ .

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2033)

کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ ممکن ہے کہ کھانے کا یہی حصہ زیادہ بابرکت ہو جو انگلیوں کے ساتھ لگ گیا ہے۔ لہٰذا ان کو چاٹنے کا حکم دیا ہے۔

3: بعض بیوقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اتنی عقل نہیں کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے یہ وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جا رہا ہے، اس میں کیا نئی چیز ہے؟ دیکھیں! فیرنی کا سارا چمچہ منہ میں لے لیا جاتا ہے، پھر اسی لعاب سے بھرے چمچے کو رکابی میں ڈال دیا جاتا ہے، پھر دوبارہ اور سہ بارہ یہ عمل دہرایا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے تو اس

کے متعلق تو کلام کیا جاسکتا ہے مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھنے سے کفر کا خطرہ ہے، اس لیے اگر کسی کو طبعی طور پر کراہت بھی ہو تو عادت ڈالنی چاہیے۔

4: ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے مگر اس جگہ چونکہ ضعف کے عذر کی وجہ سے تھا اس لیے کوئی اعتراض والی بات نہیں کیونکہ پہلے بھی یہ بتایا جاچکا ہے کہ عذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

5: ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد اپنی کھانے والی انگلیاں کسی دوسرے شخص کو بھی پیش فرما دیتے تھے تاکہ وہ بھی ان بابرکت انگلیوں کو چاٹ لے۔ وہ کتنا خوش قسمت انسان ہو گا جسے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں چاٹنے کا شرف حاصل ہو گیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْزِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، أَنَّهُ قِيلَ لَهُ : أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ ؟ - يَعْنِي الْحُوَّارَى - فَقَالَ سَهْلٌ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ تَعَالَى ، فَقِيلَ لَهُ : هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ. قِيلَ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ ؟ قَالَ : كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهُ.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھنے ہوئے آٹا (میدہ) کی روٹی بھی کھائی ہے؟ حضرت سہل نے جواب دیا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا ہی نہیں ہوگا۔ پھر سوال کرنے والے نے پوچھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھانیاں تھیں؟ حضرت سہل نے جواب دیا: نہیں تھیں۔ پھر سوال کرنے والے نے پوچھا کہ آپ لوگ جَو کے ساتھ کیا کرتے تھے یعنی جَو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟ حضرت سہل نے جواب دیا کہ اس کے آٹے میں ہم پھونک مار لیا کرتے تھے، جو موٹے موٹے تنکے ہوتے وہ اڑ جاتے تھے، باقی ہم گوندھ لیتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ ، فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ : مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بَكِيتُ . قَالَ : قُلْتُ لِمَ ؟ قَالَتْ

: أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا ، وَاللَّهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ.

ترجمہ: حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا کہ میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر میرا رونے کو جی کرتا ہے تو میں رو پڑتی ہوں۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمانے لگیں کہ مجھے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت یاد آجاتی ہے جس پر آپ دنیا سے جدا ہوئے تھے۔ خدا کی قسم! آپ نے کبھی دن میں دو دفعہ روٹی اور نہ ہی گوشت پیٹ بھر کے کھایا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ وَلاَ أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ نے چپاتی یعنی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی یہاں تک کہ آپ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گندم اور پھر میدے کی روٹی تو مالداروں کو نصیب ہوتی تھی کیونکہ گندم اس سرزمین پر کاشت نہیں ہوتی تھی بلکہ شام جیسے دور دراز علاقوں سے منگوانی پڑتی تھی اس لیے کافی مہنگی ہوتی تھی، اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم جَو کی سادہ روٹی میسر آتی تھی اور آپ اسی کو کھا کر شکر ادا فرماتے تھے، میدے کی روٹی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانا

ثابت ہی نہیں ہے۔

2: جَو کی سادہ روٹی بھی بغیر چھنے ہوئے ہوتی تھی اور وہ بھی روزانہ نہیں ہوتی تھی۔ یہ صرف حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہی نہ تھا بلکہ آپ کے اہلِ خانہ کا بھی یہی معمول تھا کہ کئی کئی روز تک جَو کی روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔

3: اسی طرح حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سالن چھوٹی رکابی میں نہیں ڈالا کیونکہ ایک ہی بڑا برتن ہوتا تھا جس میں سالن ڈال لیا جاتا تھا۔ آپ نے میز پر بھی کبھی کھانا نہیں کھایا کیونکہ میز پر کھانا کھانا متکبرین کا طریقہ ہے اور اب تو اس سے اور زیادہ بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے اور ہمیں کافروں کے طریقہ کی مخالفت کا حکم ہے۔ البتہ دستر خوان بچھا کر کھانا کھانا سنت ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِدَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الإِدَامُ أَوِ الأُدُمُ: الْخَلُّ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔

زبدۃ:

"سرکہ" کو دنیا کے مختلف ممالک میں انگور، جامن اور گنا وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ سرکہ ذرا ترش ہوتا ہے اس لیے اعصاب کے مریض کو اور سرد مزاج کے بعض لوگوں کو بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نوش فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا ہی اچھا سالن ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر (سالن کا) محتاج نہیں ہے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سرکہ پہلے انبیاء علیہم السلام کا سالن ہے۔

(سنن ابن ماجۃ: باب الائتدام بالخل. رقم الحدیث 3318)

اس لحاظ سے کہ اس میں وقت اور محنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے، یہ ہر وقت آسانی سے مل جاتا ہے اور تکلفات سے بعید اور دور ہے اور دنیوی زندگی میں بھی اختصار ہی مقصود ہے۔ اس کے علاوہ سرکہ میں خصوصی فوائد

بہت ہیں۔ پیٹ کے کیڑوں کو مارتا ہے، کھانے کو جلدی ہضم کرتا ہے، حرارت کو مارتا ہے اور خوش ذائقہ ہوتا ہے، بلغم اور صفرا کا قاطع ہے، بھوک اچھی لگاتا ہے۔

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ : أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى.

ترجمہ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (ایک موقع پر) حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبارىٰ کا گوشت کھایا۔

زبدۃ:

1: ”سفینہ“ کا معنی ہوتا ہے ”کشتی“۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا لقب بھی سفینہ اس وجہ سے پڑ گیا تھا کہ آپ سفر میں کشتی کی طرح بہت سامان اٹھا لیتے تھے۔

2: ”حُباریٰ“ ایک جنگلی پرندہ ہے جو کہ مرغ سے ذرا کم مگر خاصہ موٹا ہوتا ہے۔ اس کی گردن، چونچ اور پاؤں قدرے لمبے ہوتے ہیں۔ یہ خاکی رنگ کا ہوتا ہے۔ اڑتے وقت بہت شور کرتا ہے۔ تیز رفتار اور بہت طاقتور پرندہ ہے۔ اس کا نام بعض نے سرخاب بعض نے بٹیر، بعض نے چکا چکوٹی اور بعض نے تغدری بتایا ہے۔ محیط اعظم میں لکھا ہے کہ فارسی میں اس کو ہوبرہ، شعورت اور شوال کہتے ہیں اور ہندی میں چرز کو اور یونانی لوگ غلومس کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ ، عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ : فَقَدَّمَ طَعَامَهُ وَقَدَّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمَ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللّٰهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى قَالَ : فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى : اُدْنُ ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ ، فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا

فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لاَ أَطْعَمَهُ أَبَدًا.

ترجمہ: حضرت زہدم جرمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ان کا کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا۔ اس مجلس میں بنی تیم اللہ کا ایک سرخ رنگ کا آدمی بھی تھا جو آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ وہ کھانے میں شامل نہ ہوا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم بھی ادھر آؤ (اور کھاؤ) کیونکہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے مرغی کو گندی چیزیں کھاتے ہوئے دیکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے، لہٰذا میں نے اس کے نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔

زبدۃ:

1: حلال جانوروں میں سے اگر کوئی جانور کثرت سے گندی چیزیں کھانے لگ جائے تو اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ گندگی کھانے کا جانور دراصل ایسا جانور ہو جاتا ہے کہ اس کے سونگھنے کی قوت خراب ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اسے اچھی خوراک پسند نہیں آتی بلکہ وہ گندی اور نجس چیزوں میں منہ مارتا رہتا ہے۔ ایسے جانور کو "جلالہ" کہتے ہیں۔

ایسے جانور کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ جانور بڑا ہو جیسے گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ تو اس کو دس روز تک گھر میں باندھ کے رکھو اور پاکیزہ اور صاف خوراک دو۔ اب اس کا گوشت مکروہ نہیں رہے گا اور اگر جانور چھوٹا ہے جیسے مرغی وغیرہ تو اس کو تین دن تک گھر میں بند کر کے رکھو اور گندی اشیاء کے بجائے صرف پاکیزہ چیزیں کھلاؤ تو اس کا کھانا بھی مکروہ نہیں رہے گا۔

مرغی عام طور پر اچھی خوراک کھاتی ہے مگر گندی جگہوں میں بھی منہ ڈالتی

رہتی ہے۔ تاہم یہ جلالہ کے حکم میں نہیں آتی اور نہ ہی اس کا گوشت بدبودار ہوتا ہے۔ لہذا اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

2: بخاری شریف میں یہ لمبا قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کھاؤ اور قسم کا کفارہ ادا کرو کیونکہ حلال چیز کے نہ کھانے کے کیا معنیٰ؟

3: مرغی کا گوشت بہت مفید ہے۔ گرم تر ہے۔ جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ اخلاط اچھے پیدا کرتا ہے۔ دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے۔ آواز بھی صاف کرتا ہے اور رنگ بھی خوش نما پیدا کرتا ہے۔ عقل کو بھی قوت دیتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس کا کھانا سنت سے ثابت ہو گیا ہے۔ واضح ہو کہ یہاں دیسی مرغی کی بات ہو رہی ہے، برائلر کی نہیں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ؛ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش بھی کرو، اس لیے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا کیا گیا ہے۔

زبدۃ:

زیتون کا ذکر قرآن کریم نے کئی بار فرمایا ہے حتیٰ کے اس کے نام کی قسم بھی کھائی ہے۔ زیتون بہت بابرکت ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اس کے بابرکت ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ یہ اکثر ملک شام میں پیدا ہوتا ہے اور ملک شام میں ستر نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ زیتون کے بابرکت ہونے کی ظاہری اور مادی علامت یہ بھی ہے کہ اس کی

ہر چیز کارآمد ہوتی ہے، اس کی لکڑی، پتے، پھل حتیٰ کہ اس کا سایہ بھی نہایت گھنا ہونے کی وجہ سے انسان کے کام آتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی ہر چیز میں منافع ہے، اس کا تیل جلانے کے کام آتا ہے، کھانے کے کام آتا ہے، دباغت کے کام آتا ہے، ایندھن جلانے کے کام آتا ہے حتیٰ کہ اس کی راکھ ریشم دھونے کے کام آتی ہے۔ حضرت ابونعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں ستر بیماریوں کی شفاء ہے جن میں ایک جذام بھی ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دھلوی(م۱۲۳۹ ھ) تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: زیتون کا پھل نہایت قوی ہے، اس کے پھل پلاؤ میں ڈالے جاتے ہیں جو کھانے کو مزید مرغوب اور خوش ہضم بنادیتے ہیں۔ زیتون کا تیل انسانی پٹھوں کے لیے بہت مفید ہے۔ فالج کے مریضوں یا بڑی عمر کے کمزور پٹھوں والے آدمیوں کے لیے زیتون کے تیل کی مالش نہایت مفید ہے۔

اس درخت کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے۔ عام طور پر بارہ سال کی عمر میں پھل لاتا ہے اور ایک ہزار کی عمر تو اکثر ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالاَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ، أَوْ دُعِيَ لَهُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی علیہ وسلم کو کدو بہت مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا آیا یا آپ کسی دعوت میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ میں کدو کے قتلے

چن چن کر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتا جاتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند ہے۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو کا سالن بہت پسند تھا۔ کدو کے ٹکڑے ہوں یا اس کا شوربا، دونوں ہی بہت مرغوب تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ آپ ایک آدمی کی دعوت میں تشریف لے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپ پیالے کی سب جانبوں سے کدو کو تلاش کرکے کھاتے رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے بھی کدو بہت محبوب ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے جب کھانا تیار کرایا اگر میرے بس میں ہوا تو میں نے کدو ہی کا تیار کروایا یا کدو اس میں ڈلوایا۔

2: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کدو بہت اچھی چیز ہے اور میرے بھائی یونس علیہ السلام کا درخت ہے یعنی جب حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو مچھلی کے پیٹ کی حرارت کی وجہ سے آپ کے بدن مبارک کی جلد نہایت نرم ہو چکی تھی، دریا کے باہر کوئی سایہ دار درخت نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل ان پر کر دی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے: ”وَأَنۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّن يَقۡطِينٍ“ (سورۃ الصافات:146) کدو تر ہونے کے باوجود حافظے کو قوی کرتا ہے اور عقل کو تیز کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک

صلی اللہ علیہ وسلم حلوہ اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

زبدۃ:

عربی زبان میں ہر میٹھی چیز کو حُلواء (حلوہ) کہتے ہیں۔ اس سے مراد ہمارے ہاں کا معروف ومشہور حلوہ نہیں ہے جو کہ آٹا یا سوجی، گھی، چینی وغیرہ ملا کر بنایا جاتا ہے۔ اس تشریح کی بناء پر اگرچہ حلوہ میں شہد بھی شامل ہے، پھر بھی شہد کو الگ اس کی خصوصیت کے پیش نظر بیان کیا گیا۔

بعض حضرات محدثین یہ بھی فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں بھی متعارف حلوہ ہی مراد لیا گیا ہے جو کہ آٹا، گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوا بنا کر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا اور حضرت نے اس کو پسند بھی فرمایا تھا۔ یہ حلوہ آٹے، شہد اور گھی کا بنا ہوا تھا کیونکہ شکر کا اس وقت رواج نہ تھا اور شکر کی جگہ پر شہد یا کھجوریں استعمال ہوتی تھیں۔

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا، اس میں سے ایک بازو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ بازو آپ کو بہت پسند تھا جسے آپ نے دانتوں سے نوچ کر تناول فرمایا۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی اگلی ٹانگوں (جن کو "دست" بھی کہتے ہیں) کا گوشت بہت پسند تھا۔ اس کی ایک وجہ حضرت ام المؤمنین (میری امی)

عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کبھی کبھار ملتا تھا اور "دست" کا گوشت بہت جلدی تیار ہو جاتا تھا۔ اگرچہ اس کی اور وجہیں بھی ہو سکتی ہیں۔ روایات کے مطابق آپ کو دست کے گوشت میں ہی زہر ملا کر کھلایا گیا تھا جس کا اثر آخر عمر تک رہا۔

2: اس کے علاوہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین گوشت پُشت کا گوشت ہے۔ یہ گوشت ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ملا ہوتا ہے جس میں چربی بھی ہوتی ہے۔ یہ گوشت کھانے میں نہایت لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے اور ویسے گوشت بغیر کسی حصہ کی تخصیص کے بھی پسندیدہ ہونا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے۔

3: دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب بھی ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو، اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو موافق بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تو عام حالات کی بات ہے، البتہ اگر کبھی غیر معمولی حالات میں چھری کی ضرورت پڑ جائے مثلاً گوشت کا ٹکڑا بہت زیادہ ہو اور اس میں سے ہر لقمہ ہاتھ سے توڑنا ممکن نہ ہو تو پھر چاقو کا استعمال بھی جائز ہے اور روایات سے ثابت ہے۔ البتہ بلاوجہ اور بلاضرورت چاقو چھری سے گوشت کاٹ کر نہ کھایا جائے کہ روایات میں اس سے منع کیا گیا ہے اور اس کو کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ لہذا اس سے احتیاط کرنی چاہیے۔

4: ایک اہم بات یہ ہے کہ بھنے ہوئے گوشت کے کھالینے سے وضوء ختم نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے۔ جن روایات سے کھانے کے بعد وضو کا کرنا معلوم ہوتا ہے وہ روایات پہلے کی ہیں اور منسوخ ہیں۔

5: بعض روایات سے مسجد میں کھانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مسجد میں کھانے کی عادت بنا لینا تو قطعاً درست

نہیں، البتہ مجبوری کی حالت میں مسافروں کے لیے اور طلبہ کے لیے اگر علیحدہ جگہ نہ ہو تو وہ مسجد میں کھاسکتے ہیں۔ معتکف حضرات بھی مسجد میں ہی کھائیں گے مگر مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ : طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ : نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ ، فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ : نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ.

ترجمہ: حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہانڈی پکائی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے پائے بہت پسند تھے، چنانچہ میں نے ایک پایہ نکال کر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے ایک پایہ اور دو! میں نے دوسرا پایہ بھی دے دیا۔ آپ نے پھر فرمایا: مجھے ایک پایہ اور دو! میں نے عرض کیا یارسول اللہ! بکری کے اگلے پائے کتنے ہوتے ہیں؟ (یعنی دو ہی ہوتے ہیں جو میں نے آپ کو پیش کر دیے ہیں) حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم خاموش رہتے تو جب تک میں مانگتا رہتا تم پائے نکال کر مجھے دیتے رہتے۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ معجزات ظاہر ہوئے جن کا انکار دوپہر کے وقت چڑھے ہوئے سورج کے انکار کے مترادف ہے۔ معجزات پر

اعتراض دراصل حق تعالیٰ کی طاقت پر اعتراض ہے کیونکہ معجزہ تو اللہ کا فعل ہے جو کہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح کرامت بھی حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو کہ ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔

2: حدیثِ بالا میں حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کہ بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بناء پر تھا کہ معجزات و کرامات اور اس قسم کے خلاف عادت واقعات کا پیش آنا مکمل فناء کی وجہ سے ہوتا ہے اور حضرت ابو عبید کے اس جواب کی وجہ سے وہ مکمل توجہ تامہ جو پہلے تھی وہ نہ رہی اور توجہ کے منقطع ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں بھی منقطع ہو گئیں۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک انعام الٰہی تھا اور اگر حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ مکمل اتباع کرتے ہوئے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانتے جاتے تو یہ سلسلہ یقیناً باقی رہتا مگر حضرت ابو عبید کی طرف سے جو اعتراض پیدا ہوا (اگرچہ صورۃً اعتراض تھا حقیقت میں اعتراض کرنا ہرگز مقصود نہ تھا) اس کی وجہ سے وہ انعام واکرام بھی جاتا رہا۔

3: برکت کے طور پر ہم بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزات کو ذکر کر دیتے ہیں۔

معجزہ نمبر 1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی میں کھجور کے چند دانے تھے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ انہوں نے کھجور کے چند دانے نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ سارے لشکر کو کھانے کے لیے بلا لاؤ۔ چنانچہ سارا لشکر خوب سیر ہو کر کھا چکا تو بھی کھجوریں بچ گئیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان کو اپنی تھیلی میں ڈال لو اور جب بھوک لگے تو اسی میں سے نکال کر کھا لینا مگر یاد رکھنا کہ اس کو الٹا کر ساری کھجوریں بیک وقت نہ نکالنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق اس تھیلی میں سے کھجوریں نکال کر کھاتا رہا حتی کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک گزر گیا، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی وہی کھجوریں میری خوراک بنی رہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آگیا اور میں اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا اور مہمانوں کو بھی کھلاتا رہا حتیٰ کہ کئی من کھجوریں اس میں سے نکال کر کھالیں مگر تھیلی میں کمی نہ آئی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ تھیلی مجھ سے کسی نے زبردستی چھین لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس تھیلی کے چھن جانے کا بہت افسوس ہوا اور فرمانے لگے:

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِي الْيَوْمَ هَمَّانِ هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عُثْمَانِ

آج کے دن لوگوں کو صرف ایک غم ہے کہ حضرت عثمان شہید ہوگئے اور مجھے دو غم ہیں؛ ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اور دوسرا تھیلی کے ضائع ہونے کا۔

(جامع الترمذی: ج2 ص223 ابواب المناقب. باب مناقب عثمان)

معجزہ نمبر2: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ دس دس آدمیوں کے گروہ کو بلاتے جاؤ اور کھانا کھلاتے جاؤ۔ چنانچہ ایک ایک گروہ آتا رہا اور کھانا کھا کر جاتا رہا حتیٰ کہ دو آدمیوں کے لیے تیار کیا ہوا کھانا ایک سو اسی آدمیوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

معجزہ نمبر3: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت

پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے ایک پیالہ گوشت آ گیا اور صبح سے شام تک لوگ آتے رہے اور کھاتے رہے۔

(جامع الترمذی: ابواب المناقب. باب ماجاء فی آیات اثبات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کی فضیلت باقی عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کھانے کی فضیلت باقی تمام کھانوں پر۔

زبدۃ:

1: "ثرید" ایسے گوشت کے شوربے کو کہتے ہیں جس میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر کچھ دیر کے لیے رکھ دیے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ٹکڑے شوربے میں بھیگ کر خوب نرم ہو جاتے ہیں۔

ثرید؛ خوش ذائقہ، خوش ہضم، سریع الہضم، لذیذ اور قوی ہونے کے علاوہ جلد تیار ہو جاتا ہے۔ عربوں میں یہ کھانا بہت مرغوب اور بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

2: اس حدیث مبارک میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ثابت ہوتی ہے۔ علماء کا اختلاف ہے اس سے مراد سب عورتیں ہیں یا چند عورتوں کے علاوہ بقیہ عورتیں، کیونکہ بعض علماء حضرت ام المؤمنین (میری امی) خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بعض حضرات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں۔ البتہ

صحیح بات یہ ہے کہ کسی خاتون کو کلی طور پر تمام عورتوں سے فضیلت نہ ثابت ہے اور نہ دی جاسکتی ہے۔ تاریخ اسلام میں چند عورتیں اپنی مثال آپ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو دوسری عورتوں سے جزوی فضیلت حاصل ہے۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: مرد تو بہت سے کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سے کاملین مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، عائشہ بنت ابو بکر صدیق اور فاطمہ بنت محمد ہوئیں۔ بعض روایات میں آسیہ بنت مزاحم کا نام بھی آیاہے جو کہ فرعون کی بیوی تھیں مگر کامل الایمان تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کے پیٹ سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو خود "صدیقہ" کا لقب دیا۔ ام المؤمنین (میری امی) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے ،مشکلات کے دور کرنے، حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے، اپنا سارا مال دینِ اسلام پر خرچ کرنے اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والی ہونے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتیں۔

حضرت فاطمہ الزہراءرضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "فاطمة بضعة منّی" یعنی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ نیز یہ کہ یہ جنت میں عورتوں کی سردار ہو گی۔

حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا حسنِ فقاہت اور دینی خدمت میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ہونے میں سب سے آگے تھیں، آپ کے بستر مبارک میں وحی آتی تھی، ان کی گود میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، انتہاء کی خدا پرست، عبادت گزار اور ذہین خاتون تھیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی آپ واحد خاتون ہیں جو کہ کنواری

تھیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیویاں یا تو پہلے سے شادی شدہ (یعنی بیوہ) تھیں یا مطلقہ تھیں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِهِ وَهُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : أَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيقٍ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کا ولیمہ کھجور اور ستو کے ساتھ کیا۔

زبدۃ:

1: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جنگ خیبر میں سن 7 ہجری میں باندی بن کر آئی تھیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر نکاح فرمالیا تھا اور سفر میں ہی ولیمہ فرمایا تھا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور اپنے پاس جو کھجوریں اور ستو تھے اس پر رکھ دیے۔ پھر دوسرے لوگوں کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی اس پر چن دیا گیا اور سب نے مل کر کھالیا۔

2: نکاح کے بعد مرد کی طرف سے کھلایا جانے والا کھانا "ولیمہ" کہلاتا ہے مگر یہ نہ تو فرض ہے نہ واجب ہے نہ ہی سنت مؤکدہ بلکہ محض مستحب ہے۔ اس لیے حسبِ استطاعت ہی خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں قرض لینا اور تکلفات کرنا مناسب نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ : أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ ؟ فَأَقُولُ : لَا . قَالَتْ : فَيَقُولُ : إِنِّي صَائِمٌ . قَالَتْ : فَأَتَانِي يَوْمًا ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّهُ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ : وَمَا هِيَ ؟ قُلْتُ : حَيْسٌ قَالَ : أَمَا إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا

قَالَتْ: ثُمَّ أَكَلَ .

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لایا کرتے اور پوچھتے کہ تمہارے پاس صبح کے کھانے کے لیے کچھ ہے؟ جب میں عرض کرتی کہ نہیں تو فرماتے: میں روزہ ہی کا ارادہ کرلیتا ہوں۔ پھر ایک مرتبہ آپ تشریف لائے اور میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ہدیہ آیا ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ملیدہ یعنی حلوہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا تھا، پھر آپ نے کھالیا۔

زبدۃ:

1: عربوں کے ہاں ایک خاص قسم کا حلوہ مشہور تھا جو کہ کھجوریں اور مکھن وغیرہ ملاکر بنایا جاتا تھا۔

2: نفلی روزہ کی نیت اگر صبح صادق کے وقت نہ کی ہو تو زوال تک کرلینا جائز ہے بشرطیکہ درمیان میں کوئی عمل ایسا نہ کیا ہو جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے کھانا، پینا، ہم بستری وغیرہ۔

3: اگر کسی بھی وجہ سے نفلی روزہ توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ : هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ وَأَكَلَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر

ایک کھجور رکھی اور کہا کہ یہ اس کا سالن ہے۔ پھر اس کو تناول بھی فرمایا۔

زبدۃ:

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کے بارے میں فرمایا کہ کیا ہی اچھا سالن ہے! سرکہ تو بطور سالن استعمال ہوتا ہی تھا مگر کھجور کا استعمال بطورِ سالن نہیں ہوتا۔ اب اس روایت میں کھجور کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ اس روٹی کا سالن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت باقاعدہ کوئی سالن نہ ہو تو سرکہ، پیاز، کھجور جو چیز بھی میسر ہو اسے بطورِ سالن استعمال کر لینا چاہیے اور اپنے اصلی مقصد یعنی آخرت کی تیاری میں لگے رہنا چاہیے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بچا ہوا کھانا بہت مرغوب تھا۔

زبدۃ:

"ثفل" حقیقت میں کسی بھی کھانے کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو کہ پکنے کی وجہ سے دیگچی وغیرہ کی تہہ میں لگ جاتا ہے اور بہت سخت ہو جاتا ہے۔ پنجاب میں اس کو "گروڑی یا کُھرچن" کہتے ہیں۔ تاہم کھانا کھانے کے بعد جو کھانا بچ جاتا ہے اس کو بھی "ثفل" کہتے ہیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند فرماتے تھے۔ اس میں تعلیم دینا مقصود تھی کہ معمولی سے معمولی نعمت کی بھی قدر کرنا چاہیے اور ضائع نہ کرنا چاہیے۔ نیز یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تواضع تھا کہ اوپر کا کھانا دوسروں کو دے دیتے اور بچا ہوا خود استعمال فرماتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وُضُوءِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے وقت ہاتھ دھونے کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلاَءِ فَقُرِّبَ إِلَيْہِ الطَّعَامُ فَقَالُوا: أَلاَ نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلاَةِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے وضو کے لیے پانی نہ لائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وضو کرنے کا حکم صرف اسی وقت دیا گیا ہے جب میں نماز پڑھنے کا ارادہ کروں۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ الْجُرْجَانِيُّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ، وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ.

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا

کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے میں برکت کا سبب ہے اور میں نے جو کچھ تورات میں پڑھا تھا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو ذکر کیا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کی برکت کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے میں ہے۔

زبدۃ:

1: لغت عرب میں صرف ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہتے ہیں اور یہ وضو لغوی کے نام سے مشہور ہے۔ جو وضو نماز کی لیے شرط ہے یہ وضو اصطلاحی کے نام سے مشہور ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو اصطلاحی یعنی نماز والا وضو نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت۔ ویسے ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے۔

2: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے۔ اس میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی ہوتی ہے، کھانے والوں کا پیٹ بھر جاتا ہے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا بھی سنت ہے۔ اس میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ جن مقاصد کے لیے کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً کھانا بدن کا جزء بنتا ہے، نشاط پیدا کرتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق پر تقویت پیدا کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

باب: ان دعاؤں کے بیان میں جو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد پڑھا کرتے تھے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ نِ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ بُدَيْلِ نِ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَنَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اللّٰہَ تَعَالَى عَلَى طَعَامِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللّٰہِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کھانا کھائے اور کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب بھی یاد آئے "بِسْمِ اللّٰہِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" پڑھ لے۔

زبدۃ:

1: اس باب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اور روایات بیان فرمائی ہیں:

حدیث نمبر 1: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ میں نے ایسا کھانا کبھی نہیں دیکھا کہ جو شروع کرتے وقت تو بہت زیادہ بابرکت ہو اور کھانا ختم ہونے کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو۔ اس لیے میں نے حیران ہو کر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کیسے ہو گیا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہم نے تو

کھانا بسم اللہ کے ساتھ شروع کیا تھا مگر بعد میں ہمارے ساتھ ایک ایسا آدمی شریک ہو گیا جس نے کھانا کھایا مگر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا (یعنی بسم اللہ نہیں پڑھی) اس لیے اس کے ساتھ شیطان بھی شریک ہو گیا۔

حدیث نمبر2: حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس کھانا موجود تھا۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! قریب ہو جاؤ، بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

حدیث نمبر3: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آ گیا اور اس نے دو ہی لقموں میں سارا کھانا نمٹا دیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ شخص بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھی جائے تا کہ دوسروں کو بھی سن کر یاد آ جائے مگر صرف بسم اللہ پڑھنا بھی کافی ہے وگرنہ اس میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے اور کھانا شیطان کھا جاتا ہے جس سے کھانے میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے مگر کچھ علماء اس کو واجب کہتے ہیں کیونکہ اس کی حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور پیو، شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ

دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس ظالم نے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکو گے۔ اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ کبھی منہ تک نہ جا سکا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک عورت بائیں ہاتھ سے کھا رہی تھی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مری۔

کھانا اپنے آگے سے ہی کھانا چاہیے۔ ہاں البتہ کھانے مختلف ہوں تو پھر کسی بھی طرف سے کوئی بھی کھانا کھایا جا سکتا ہے۔

2: جس طرح کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اس طرح کھانے کے بعد بھی بہت ساری دعائیں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہو جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ .

(کتاب الدعا للطبرانی: ص280 رقم الحدیث 898)

تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہم کو مسلمان بنایا۔

انسان مجموعہ ہے جسم اور روح کا۔ جسم کو غذا ملی تو اس کا شکر ادا کیا "اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا" سے اور روح کی غذا ایمان کی دولت ہے جب وہ ملی تو اس کا شکر ادا کیا "جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" سے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْهِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا .

(کتاب الدعاء: ص278 رقم الحدیث 893 وغیرہ)

اللہ ہی کے لیے ہے ایسی تعریف جو پاکیزہ ہے، برکت والی ہے، جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے بے پرواہی کی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار (ہماری دعا قبول فرما)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہ ایسے بندے سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں جو ایک لقمہ کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیے تو بھی اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔

(کتاب الدعاء: ص 681 رقم الحدیث 901)

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدَحِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کے بیان میں

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ قَالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيدٍ فَقَالَ : يَا ثَابِتُ، هَذَا قَدَحُ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکڑی کا موٹا پیالہ نکال کر دکھایا جس پر لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے اور فرمایا: اے ثابت! یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

زبدۃ:

جملہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں پانچ پیالے استعمال فرمائے ہیں، جن کے نام یہ ہیں:

(۱): "رَیَّان" خوب سیراب کرنے والا

(۲): "مُغِیث"

(۳): "مُضَبَّب" جس پر لوہے کا پترا چڑھا ہوا تھا

(۴): "زُجَاج" شیشے کا بنا ہوا

(۵): "عِیدَان" لکڑی کا بنا ہوا

مگر جس پیالے کا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کی اولاد نضر بن انس کی میراث سے یہ آٹھ لاکھ کا

فروخت ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے سے تمام مشروبات مثلاپانی، نبیذ، شہد اور دودھ پلائے ہیں۔ نبیذ یہ کہلاتا ہے کہ پانی میں کھجور یا کشمش ملادی جائے اور اس میں ان کا اثر اچھی طرح آجائے مگر اس میں نشہ پیدا نہ ہو کیونکہ نشہ آجائے تو پھر حرام ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَاكِهَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کے بیان میں

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔

زبدہ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پھلوں کو اکٹھا کر کے کھاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ککڑی سرد مزاج اور کھجور گرم مزاج ہوتی ہے، تو دونوں کو ملانے سے اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح کھجور میٹھی اور ککڑی پھیکی ہوتی ہے تو دونوں کو ملانے سے مٹھاس میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تربوز اور کھجور کو ملا کر استعمال فرماتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو نمک کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ ککڑی کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے بدن میں موٹاپا ہوتا ہے۔

حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو جائے تاکہ اٹھان کچھ

اچھا ہو جائے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلاتیں جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آگئی۔

حضرت انس بن مالک کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم خربوزہ اور تازہ کھجوریں ملا کر استعمال فرماتے تھے۔ حضرت مُعَوِّذ بن عفراء کی بیٹی حضرت رُبَیِّع فرماتی ہیں کہ میرے چچا حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جس پر روئیں دار چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بھی تھیں، دے کر مجھے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ککڑیوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں گئی تو آپ کے پاس بحرین سے زیور آیا ہوا تھا۔ آپ نے اس میں سے مٹھی بھر کر مجھے بھی عنایت فرمایا۔

2: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کرتے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہاتھ میں لیتے اور یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثِمَارِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا ، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ قَالَ: ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرَ .

اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے صاع اور مد میں بھی برکت عطا فرما۔ اے اللہ! بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے آپ سے مکہ مکرمہ کے لیے

دعا کی تھی اور میں آپ سے مدینہ کے لیے وہ دعا بھی مانگتا ہوں جو انہوں نے مکہ کے لیے مانگی تھی اور اس کے ساتھ مزید بھی اس جیسی (یعنی مکہ سے دوگنا مدینہ کے لیے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریب جس چھوٹے بچے کو دیکھتے تو وہ پھل اس کو عطا فرما دیتے۔

نوٹ: "صاع" اور "مد" اس زمانہ میں اجناس ماپنے کے پیمانے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کی چیزوں کے بیان میں

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَّعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوُ الْبَارِدُ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز بہت پسند تھی۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانے کا خاص اہتمام نہیں ہوتا تھا۔ جو میسر ہوتا اسی کو تناول فرمالیا کرتے تھے۔ البتہ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ "سقیا" جو کہ مدینہ منورہ سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لایا جاتا تھا۔

2: حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری روایت نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المؤمنین (میری امی) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رشتے میں ان دونوں کی خالہ لگتی تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لائیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب تھا اور خالد بن ولید بائیں جانب تھے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: پینے کا حق تو تیرا ہے (کیونکہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو خوشی سے چاہے تو خالد بن ولید کو اپنا حق دے دے (کیونکہ وہ تجھ سے بڑا ہے) میں نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے بچے ہوئے دودھ پر کسی اور کو اپنے اوپر ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالیٰ شانہ کوئی چیز کھلائیں تو وہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ .

اے اللہ! تو اس میں برکت عطاء فرما اور اس سے بہتر عطا فرما۔

اور اگر کسی شخص کو اللہ جل شانہ دودھ عطا فرمائیں تو وہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ.

اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما اور اس میں زیادتی عطا فرما۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دودھ کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کے لیے کافی ہو۔

دونوں دعاؤں میں اسی بناء پر فرق ہے کہ جب دودھ سے بہتر کوئی غذا نہیں تو آپ نے فرمایا: دعا مانگو کہ اے اللہ! اسی میں زیادتی عطا فرما اور کھانے کے بارے میں فرمایا کہ اس سے بہتر عطاء فرما۔

چنانچہ میڈیکل سائنس والے کہتے ہیں کہ دودھ میں ہر قسم کے لحمیات، روغنیات، چربی، نشاستہ، پروٹین، نمکیات اور معدنیات پائے جاتے ہیں جو انسانی جسم کی نشو و نما کے لیے ضروری ہیں۔ یہ تمام اجزا کسی بھی دوسری غذا میں نہیں پائے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ ابتدائی دو سال تک صرف دودھ پر گزارا کرتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شُرْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: اس بیان میں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پانی کیسے پیتے تھے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ نِ الْأَحْوَلُ، وَمُغِيرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے کھڑے پیا تھا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی پانی پیتے دیکھا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عِصَامٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ، وَيَقُولُ: هُوَ أَمْرَأُ وَأَرْوَى.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پانی خوش گوار ہوتا ہے اور خوب سیراب کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ،

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ جَدَّتِهِ كَبْشَةِ، قَالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ.

ترجمہ: حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ میرے گھر میں مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکیزے سے کھڑے کھڑے پانی نوش فرمایا۔ پھر میں نے اٹھ کر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔

زبدۃ:

1: پانی پینے میں سنت طریقہ بیٹھ کر پینا ہے مگر کسی عذر کی بنا پر کھڑے ہو کر بھی پیا جاسکتا ہے مگر زمزم کا پانی قبلہ رو کھڑے ہو کر اور پیٹ بھر کر پینا افضل اور سنت ہے۔ زمزم پینے کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا بھی ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ .

اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسعت والا رزق اور تمام بیماریوں سے شفاء مانگتا ہوں۔

وضوء سے بچے ہوئے پانی کو بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بزرگوں سے وضوء سے بچے ہوئے پانی کے پینے کو بیماریوں سے شفاء حاصل کرنے کے لیے مجرب علاج نقل کیا ہے۔

پانی تین سانس میں پینا چاہیے۔ حدیث کے مطابق یہ خوب سیر اب کرتا ہے اور خوب ہضم ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پینے کے درمیان دو سانس لیتے تھے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ درمیان میں دو وقفے فرماتے تھے جس کے سانس تین ہی بنتے ہیں۔ ایک سانس میں پانی نہ پینا چاہیے۔ یہ خلاف سنت ہونے کے علاوہ کئی بیماریوں کے پیدا ہونے کا

باعث ہے بالخصوص ضعفِ اعصاب کا سبب بنتا ہے اور معدہ اور جگر کے لیے نقصان کا سبب ہے۔

حدیث: ایک روایت حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ ان کے گھر میں اور دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ) کے گھر میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے ساتھ منہ مبارک لگا کر کھڑے ہو کر پانی پیا اور ان دونوں (حضرت کبشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما) نے اپنے اپنے موقع پر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔

پانی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کسی عذر کی بناء پر پیا اور ان صحابیات نے مشکیزے کا منہ کیوں کاٹا؟ اس کی محدثین نے دو وجہیں بیان فرمائی ہیں:

(۱): ایک تو تبرکاً، یعنی جس حصہ کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک لگا تھا اس کو کاٹ کر اپنے پاس برکت کے لیے محفوظ کر لیں۔

(۲): جس جگہ پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک لگا ہے اس پر کسی اور کا منہ نہ لگ سکے یعنی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کی بے ادبی نہ ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعَطُّرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُخْتَارِ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عطر دان تھا جس میں سے آپ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ : الْوَسَائِدُ، وَالدُّهْنُ، وَاللَّبَنُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں کو لوٹانا نہیں چاہیے؛ تکیہ، خوشبودار تیل اور دودھ۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ ، عَنْ رَجُلٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو مگر خوشبو محسوس نہ ہو۔

زبدۃ:

1: طہارت ہمارے دین کا ایک اہم اصول ہے اور خوشبو اس کا ایک جزء ہے۔ باوجودیکہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک دنیا جہان کی خوشبوؤں سے زیادہ خوشبو دار تھا حتیٰ کہ آپ جس راستے سے گزر جاتے وہاں سے بھی خوشبو ہی خوشبو مہکتی تھی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو کثرت سے استعمال فرماتے اور دوسروں کو ترغیب دیتے۔

لہٰذا خوشبو کا استعمال سنت ہونے کے ساتھ ساتھ بطورِ خاص جمعہ، عیدین اور دیگر اجتماعات کے موقع پر زیادہ بہتر ہے کہ پسینہ کی وجہ سے کسی دوسرے کو اذیت نہ ہو۔

2: اگر ہدیہ میں کوئی شخص خوشبو دے تو اس کو رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوشی سے قبول کرنا چاہیے۔ اسی طرح تکیہ اور دودھ کے بارے میں بھی مسئلہ یہی ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں ہدیہ دینے والے پر کوئی بار نہیں ہوتیں اور واپس لوٹانے میں اس کی دل شکنی ہوگی۔ بعض روایات میں خوشبو دار پودے اور پھل کا ذکر بھی آیا ہے۔

3: مرد ایسی خوشبو استعمال کریں کہ جس کی خوشبو تو ظاہر ہو مگر رنگ ظاہر نہ ہو کیونکہ رنگ کا استعمال اور رنگوں سے اپنے آپ کو بنانا سنوارنا مردوں کے لیے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے جس کا رنگ تو ظاہر ہو مگر خوشبو کی مہک غیر محرم مردوں تک نہ پہنچے، کیونکہ ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ البتہ گھر میں رہ کر خاوند کے لیے ہر قسم کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے بلکہ خاوند کی چاہت ہو تو یہ مستحب ہے اور اس کے استعمال پر عورت کو اجر و ثواب بھی ملے گا کیونکہ خاوند کو خوش رکھنا اور عورت کا اس طرح رہنا کہ خاوند کی آنکھوں میں اس کی قدر بڑھے یہ شریعت مطہرہ میں پسندیدہ ہے۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: اس بیان میں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کیسے فرماتے تھے؟

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ : مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا ، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ، يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی بات چیت نہ فرماتے تھے بلکہ آپ بالکل صاف صاف بات کرتے تھے اور ہر بات دوسری سے جدا ہوتی تھی جسے آپ کے پاس بیٹھنے والا اچھی طرح ذہن نشین کر لیتا تھا۔

زبدۃ:

1: دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ) اپنی بات کو تین تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ سننے والا اچھی طرح بات سمجھ لے۔

اس روایت کا مطلب بعض محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مجمع زیادہ ہوتا تو آپ ایک مرتبہ دائیں جانب، ایک مرتبہ بائیں جانب اور ایک مرتبہ سامنے بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر بات ارشاد فرماتے تھے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ ذہین لوگ پہلی بار ہی سمجھ جاتے، متوسط درجہ کے لوگ دوسری بار اور سب سے ادنیٰ درجہ کے لوگ تیسری بار سمجھ جاتے تھے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ پہلی بار بات

سنانے کے لیے، دوسری بار یاد کرانے کے لیے اور تیسری بار غور و فکر کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کو تین مرتبہ ارشاد فرماتے تھے۔

تیسری روایت میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا جو کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے کہ مجھے بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل (آخرت کے) غم میں مشغول رہتے اور ہمیشہ فکر مند رہتے۔ آپ کے ہاں راحت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

آپ زیادہ تر خاموش ہی رہتے، بغیر ضرورت کے بات نہ فرماتے تھے۔ آپ کی تمام گفتگو ابتداء سے اخیر تک منہ بھر کر ہوتی تھی۔ (یعنی نوک زبان سے کٹے ہوئے لفظ ادا نہ فرماتے تھے) جامع کلمات کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے (جامع کلمہ وہ ہوتا ہے کہ لفظ تو کم ہوں مگر معنی بہت زیادہ ہوں) آپ کا کلام بالکل ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا، نہ اس میں فضول بات ہوتی تھی اور نہ ہی کوتاہی ہوتی۔ آپ نہ تو سخت مزاج تھے اور نہ ہی کسی کی تذلیل فرماتے تھے۔

آپ اللہ کی نعمتوں کی قدر فرماتے تھے اگرچہ وہ بہت تھوڑی ہی کیوں نہ ہوں، کبھی نعمت کی مذمت نہ فرماتے تھے، البتہ کھانے کی چیز کی نہ مذمت فرماتے اور نہ ہی زیادہ تعریف فرماتے (البتہ کبھی کبھی اظہارِ رغبت یا کسی کی دلداری کے لیے خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمادیتے) آپ کو دنیا اور نہ ہی دنیا کی کسی چیز کی وجہ سے غصہ آتا تھا، البتہ حق کے معاملہ میں کوئی زیادتی کرتا تو پھر آپ اس قدر غصہ ہوتے کہ کوئی آپ کے غصہ کی تاب نہ لا سکتا اور کوئی روک بھی نہ سکتا تھا جب تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لیے نہ ناراض ہوتے اور نہ ہی انتقام لیتے تھے۔

جب کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، جب کسی چیز پر تعجب کا اظہار فرماتے تو ہاتھ کو پلٹ لیتے تھے، جب بات کرتے تو ہاتھ کو ملا لیتے (اور کبھی کبھی ہاتھ کو حرکت بھی دیتے) اور اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر مارتے۔ جب آپ کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا در گزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں جھکا لیتے۔ ہنسی میں صرف مسکراتے تھے اور اس وقت آپ کے دندان مبارک اولے کی طرح سفید اور چمکدار معلوم ہوتے تھے۔

:2 حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ پورے ہاتھ سے فرماتے تھے۔ اس کی وجہ بعض محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک انگلی سے آپ توحید کا اشارہ فرماتے تھے، اس لیے غیر اللہ کی طرف ایک انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ صرف انگلی سے اشارہ کرنا تواضع کے خلاف ہے، اس لیے آپ پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ضَحِكِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ ، أَنَّهُ قَالَ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔

حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسے شخص کو جانتاہوں جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور اس شخص کو بھی جانتاہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص حق تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے گا اور حکم ہو گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں اور اس کے بڑے بڑے گناہ ظاہر نہ کیے جائیں۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے فلاں فلاں روز یہ چھوٹے چھوٹے گناہ کیے ہیں؟ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا، اس وقت انکار کی گنجائش نہ ہو گی۔ وہ شخص دل میں نہایت خوفزدہ ہو گا کہ یہ تو چھوٹے گناہ ہیں، میرے بڑے گناہوں کا کیا بنے گا؟ اسی دوران حکم ہو گا کہ اس کے ہر چھوٹے گناہ کے بدلہ میں اس کو ایک نیکی دے دو۔ وہ شخص یہ حکم سنتے ہی بول اٹھے گا کہ ابھی تو میرے بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آرہے۔

اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ

علیہ وسلم اس کا یہ جملہ نقل کرنے کے بعد اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (یعنی کچھ دیر پہلے تو ڈر رہا تھا اور اب کس قدر خوش ہو کر اپنے گناہوں کو خود ظاہر کر رہا ہے۔)

حدیث: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حاضر خدمت ہونے سے کبھی نہیں روکا اور آپ مجھے جب بھی دیکھتے تو ہنستے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ مسکراتے تھے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور وہ آدمی گھسٹتا ہوا نکلے گا، اس کو حکم ہو گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ! وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے جائے گا تو دیکھے گا کہ تمام لوگوں نے اپنی اپنی جگہ ٹھکانہ پکڑا ہوا ہے (یعنی جنت میں جگہ نہیں ہے)۔

وہ واپس آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے صورت حال عرض کرے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تجھے دنیا کا وہ زمانہ یاد ہے جس میں تم رہا کرتے تھے (یعنی دنیا کتنی فراخ اور کشادہ تھی) وہ عرض کرے گا: جی ہاں یاد ہے۔ حکم ہو گا کہ اب تم کچھ تمناؤں کا اظہار کرو! چنانچہ جو اس کا دل چاہے گا وہ اپنی ان خواہشات کا اظہار کرے گا۔ پھر اس کو کہا جائے گا کہ جن چیزوں کی تم نے آرزو کی ہے وہ بھی تم کو دیا اور پوری دنیا سے دس گنا مزید زیادہ بھی تم کو دیا۔ وہ شخص کہے گا: یا اللہ! آپ تو بادشاہ ہیں، آپ بھی میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس موقع پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر

ہو گئے۔ (حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہنسنا حق تعالیٰ کے انعام واکرام کی زیادتی کی بناء پر تھا کہ یہ انعام تو اس شخص پر ہے جو سب سے زیادہ گنہگار ہے تبھی تو سب کے آخر میں جہنم سے نکالا گیا ہے۔ جب اس کا یہ حال ہے تو متقی اور پرہیز گاروں پر کیا کیا انعامات ہوں گے ؟!)

حدیث: حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس سواری لائی گئی تو آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے "بسم اللہ" کہا اور جب سوار ہو چکے تو "الحمدللہ" کہا پھر یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ. وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم تو اس کو قابو نہ کر سکتے تھے اور ہم نے اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر تین دفعہ الحمد للہ اور تین دفعہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ دعا مانگی:

سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

ترجمہ: تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے، تو مجھے معاف فرمادے کیونکہ تیرے علاوہ میرے گناہوں کو کوئی بھی معاف نہیں کر سکتا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔ حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ ہنسے کیوں ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا جیسے میں نے خود کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے تو میں نے عرض کیا تھا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ یہ کہتا ہے کہ یا اللہ میرے گناہ معاف فرما دے، کیونکہ بندہ جانتا ہے کہ میرے گناہ اللہ کے سوا کوئی

نہیں بخش سکتا تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی اس بات پر بہت خوش ہوتے ہیں۔

حدیث: حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگِ خندق کے موقع پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہوگئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: کافروں میں سے ایک شخص کے پاس ڈھال تھی اور سعد اگرچہ بڑے تیر انداز تھے مگر وہ کافر شخص اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کرکے ڈھال کے ذریعہ اپنی پیشانی کا بچاؤ کرلیتا تھا۔

سعد نے (ایک موقع دیکھ کر) اپنے ترکش سے تیر نکالا اور کمان میں چڑھایا۔ پھر جونہی اس کافر نے اپنا سر اس ڈھال سے اوپر اٹھایا تو سعد رضی اللہ عنہ نے فوراً تیر چلایا۔ اب یہ تیر خطا نہ ہوا بلکہ سیدھا اس شخص کی پیشانی پر لگا تو وہ شخص الٹ گیا، اس کی ٹانگیں اوپر کو اٹھ گئیں، پس حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنسے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سعد رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر ہنسے تھے جو انہوں نے اس مشرک کے ساتھ کیا۔ (یعنی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی چالاکی اور پھر اس کی سزا چکھ لینے کی وجہ سے ہنسے تھے)۔

2: ہنسی کی تین قسمیں ہیں:

(۱): تبسم... یعنی مسکرانا۔ اس میں آدمی کا منہ تو کسی قدر کھلتا ہے مگر ہنسی کی آواز نہیں آتی۔

(۲): ضحک... یعنی ہنسنا۔ اس میں انسان منہ کھول کر ہنستا ہے، اس میں آواز بھی نکلتی ہے لیکن ہنسی کی آواز ذرا کمزور ہوتی ہے۔

(۳): قہقہہ... اس میں آدمی پورا منہ کھول کر ہنستا ہے اور آواز بھی خوب نکلتی ہے۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنسی کی صرف پہلی ہی دو قسمیں ثابت ہیں، تیسری قسم ثابت نہیں کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی غفلت کی علامت ہے۔ اگر ہنسی کی بات ہو تو ہنسی آجانا فطری اور طبعی بات ہے مگر اس کی بھی ایک حد ہے۔ ہر وقت ہنسی اور مذاق تو ویسے ہی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غم کے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلداری کے لیے خندہ پیشانی اور تبسم فرمایا کرتے تھے۔ یہ کمال اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق ہیں کہ دل میں غم ہونے کے باوجود ہم نشینوں کی رعایت کرتے ہوئے چہرے پر مسکراہٹ اختیار کرنا۔ بسا اوقات کسی مسکرانے یا ہنسنے والی بات پہ طبعی طور پر بھی مسکرا پڑتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِزَاحِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح مبارک اور دل لگی کے بیان میں

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَاصِمِ نِ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ.

قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: يَعْنِي يُمَازِحُهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کو (یعنی حضرت انس بن مالک کو) ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دو کانوں والے۔

زبدۃ:

کان سب کے دو ہی ہوتے ہیں مگر ممکن ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کان جسم کے لحاظ سے کسی قدر بڑے ہوں یا چھوٹے یا بہت تیز ہوں کہ بات دور سے سن لیتے ہوں۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے: اے ابو عمیر! تمہارا نغیر کدھر ہے؟!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی نے ایک چھوٹا سا پرندہ ”نغیر“ نامی پال رکھا تھا جس کی چونچ سرخ تھی۔ نغیر کا ترجمہ بعض حضرات نے ”لال“ کیا ہے اور بعض نے ”بلبل“ کیا ہے۔ یہ پرندہ مر گیا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان سے خوش طبعی اور دل لگی کے طور پر فرمایا: اے ابو عمیر! تمہارا نغیر کدھر ہے؟

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے جانور طلب کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

زبدۃ: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بات مزاح کے طور پر ارشاد فرمائی تھی مگر محدثین فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی دوسرے کی بات خوب غور و فکر سے سنے، جلد بازی نہ کرے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات کا رہنے والا تھا جس کا نام ”زاہر“ تھا، وہ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیہات کا تحفہ پیش کرتا اور جب وہ مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کوئی تحفہ عنایت فرما دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت فرماتے تھے۔ یہ صاحب کچھ زیادہ خوش شکل نہیں تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنا سامان فروخت کر رہا تھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر کولی بھر لی (یعنی اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کو اپنے ساتھ ملا لیا) تاکہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ تو وہ کہنے لگا: کون ہو؟ مجھے چھوڑ دو۔ مگر جب اس نے پہچان لیا تو اپنی کمر کو بڑے اہتمام سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے ساتھ ملنے لگا۔ پھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس نے کہا: حضرت! میں تو کھوٹا غلام ہوں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ نزدیک تو کھوٹا نہیں ہے یا حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کے ہاں بڑا قیمتی ہے۔

زبدۃ:

اس حدیث مبارک میں اگرچہ ظاہری طور پر تو مزاح ہے مگر اس میں بھی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ دیکھیں! یہ شخص غلام نہ تھا مگر چونکہ تجارت کی مشغولی میں اس قدر منہمک تھا، توجہ الی اللہ نہ تھی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹا کر خواہشات کے غلام نہ بنو۔ مگر بعد میں جب اسی شخص کا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبس یعنی اتصال نصیب ہو گیا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قیمتی ہے۔

ظاہر ہے جس کو ایمان کی حالت میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک دیکھنے کی سعادت نصیب ہو گئی تو دنیا بھر کے ولی اس کی جوتی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جس کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر محبت اور اتنا اتصال نصیب حاصل ہو اس کی خوش قسمتی اور سعادت مندی پر دو جہان قربان ہوں۔

حدیث: حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: حضرت! دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرماویں۔ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أُمَّ فُلَانٍ، إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوْزٌ .

بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہو گی۔

وہ عورت روتی ہوئی واپس لوٹنے لگی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں نہ جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ جنتی عورتوں کو نو عمر کنواریاں بنا دیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آیت پاک ﴿إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ

إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا﴾ میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے [آیت کا مفہوم یہ ہے: ہم نے ان عورتوں کو ایسا بنایا ہے کہ وہ کنواریاں ہی رہیں گی یعنی صحبت کے بعد کنواریاں بن جائیں گی]

زبدۃ:

خوش طبعی اور مزاح کرنا جائز بلکہ سنت ہے مگر اس کے لیے کچھ شرائط ہیں:

[۱] : پہلی شرط یہ ہے مزاح کثرت کے ساتھ نہ ہو ورنہ اس سے وقار ختم ہو جاتا ہے اور دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ کثرتِ مزاح اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روک دیتا ہے اور فرائض میں کوتاہی کا سبب بنتا ہے۔

[۲] : دوسری شرط یہ ہے کہ یہ ایذائے مسلم کا سبب نہ ہو۔

[۳] : تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں صاف اور صریح جھوٹ نہ ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضرت! آپ ہم سے مزاح بھی فرماتے ہیں! تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کرتا۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کی مسافت سے آدمی پر آپ کا رعب چھا جاتا تھا۔ تو اگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم مزاح اور تبسم کا اہتمام نہ فرماتے تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے استفادہ نہ کر سکتے۔ اس لیے مزاح حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص ضرورت تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّعْرِ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شعر پڑھنے اور پڑھانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قِيلَ لَهَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ، وَيَتَمَثَّلُ بِقَوْلِهِ: وَيَأْتِيكَ بِالأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی کا شعر بھی پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں آپ کبھی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شعر بطور تمثل کے پڑھا کرتے تھے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کو بھی پڑھا کرتے تھے:

"وَيَأْتِيكَ بِالأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ"

[ترجمہ: تیرے پاس کبھی ایسا شخص بھی خبریں لاتا ہے جس کو تونے کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا]

زبدۃ:

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تو مشہور صحابی ہیں۔ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے ہیں۔ جو مصرع آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے وہ عرب کے مشہور طرفہ بن عبد کا ہے۔

اس کا مکمل شعر یوں ہے:

سَتُبْدِیْ لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا
وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوَّدِ

ترجمہ: تیرے پاس زمانہ عنقریب ایسی خبریں لائے گا جس سے تو جاہل ہے اور تجھے ایسا شخص خبریں دے گا جس کو تو نے زادِ راہ نہیں دیا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال بیان فرمائی ہے کہ بلا کسی اجرت کے گھر بیٹھے بیٹھے آپ لوگوں کو جنت اور جہنم کی خبریں، گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور قوموں کے حالات اور تمام احکام سنا رہا ہوں مگر اے کافرو! تم کس قدر ظالم ہو کہ قدر نہیں کرتے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے وہ لبید کا یہ کلمہ ہے:

اَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٗ

آگاہ ہو جاؤ! کہ اللہ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔

(پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت مسلمان ہو جاتا۔

زبدہ:

لبید بن ربیعہ عرب کے بہت بڑے شاعر تھے۔ نوے سال زمانہ جاہلیت کے گزارے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی۔ پچاس سال زندہ رہ کر اسلام کی خدمت کی۔ ایک سو چالیس کی عمر میں وفات پائی۔ اسلام لانے کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیے تھے اور فرماتے تھے کہ میری شاعری کے بجائے سورہ بقرہ ہی کافی ہے۔

ان کا مکمل شعر یوں ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلُ
وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَّا مَحَالَةَ زَائِلُ

(جمع الوسائل: ج2ص430)

[خبردار! دنیا کی ہر چیز سوائے اللہ کے فانی ہے اور دنیا کی ہر نعمت ختم ہونے والی ہے]

دنیا کی نعمتیں دھوکے اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ہیں اور انسان عنقریب اس فانی جہان سے کوچ کر جائے گا۔

دوسرا شاعر امیہ بن ابی الصلت طائف کا رہنے والا تھا۔ مختلف مذاہب کا مطالعہ رکھتا تھا توحید اور قیامت کا قائل تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو یہ حسد میں آگیا اور کہنے لگا کہ نبوت کا حقدار تو میں تھا۔ اس کا کلام نہایت اچھا تھا۔ اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام لے آتا۔ مگر اس پر بدبختی غالب آگئی۔ اس کا ایک شعر ہے:

لَكَ الْحَمْدُ وَالنَّعْمَآءُ وَالْفَضْلُ رَبَّنَا
فَلَا شَيْءَ اَعْلٰی مِنْكَ حَمْدًا وَلَا مَجْدًا

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہی کے لیے سب تعریفیں، سب نعمتیں، سب فضیلتیں ہیں، آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل نہیں اور نہ ہی بڑائی کے لائق۔

حضرت شرید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو امیہ کے سو شعر سنائے۔ آپ ہر شعر پر فرماتے: ”اور سناؤ!“ اور آخر میں فرمایا کہ قریب تھا کہ امیہ اسلام لے آتا۔

حدیث: حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پر پتھر سے چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے انگلی مبارک سے خون

نکل پڑا۔ اس پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَا لَقِيْتِ

ترجمہ: تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلودہو گئی ہے اور تجھے یہ تکلیف بھی تو اللہ کے راستے میں ہی آئی ہے۔

زبدۃ:

اکثر محدثین علماء کی رائے کے مطابق یہ قصہ غزوہ احد کا ہے، اگرچہ بعض غزوہ خندق اور بعض ہجرت سے بھی پہلے کا بتاتے ہیں۔ اس شعر کے بارے میں علامہ واقدی علیہ الرحمۃ کی رائے یہ ہے کہ یہ شاعرِ عرب ولید بن ولید کا شعر ہے اور ابن ابی الدنیا کی رائے کے مطابق یہ شعر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ دونوں کا بھی ہو سکتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا شعر ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ" [سورۃ یٰسین:69]

کہ ہم نے آپ کو شعر کہنا سکھایا ہے اور نہ ہی آپ کے مناسب ہے۔

کیونکہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر نہیں ہو جاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ "شعر" اس کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد ہو اور جو کلام بلا ارادہ قافیہ بندی کے ساتھ زبان پر جاری ہو جائے اسے شعر نہیں کہتے۔

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ حنین میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ تو

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری بلکہ فوج میں سے بعض جلدبازوں نے (جن میں اکثر قبیلہ بنو سلیم اور مکہ کے نو مسلم نوجوان تھے) قبیلہ ہوازن کے تیروں کی وجہ سے منہ پھیر لیا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ آپ اس وقت یہ فرمارہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ..... أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں بلاشک وشبہ نبی ہوں اور عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں۔

زبدۃ:

1: یہ واقعہ سن 8 ہجری کا ہے۔ اس سخت ترین اور اچانک حملہ کے موقع پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلفاءِ راشدین سمیت تقریباً ایک سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے اور باقی لوگ وقتی طور پر منتشر ہوگئے مگر جب بعد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر آواز دی تو سارے حضرات واپس لوٹے اور دوبارہ دشمن پر کود پڑے اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

2: اس موقع پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دادا عبد المطلب کی طرف نسبت فرمائی کہ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اس کی وجہ بعض محدثین یہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا انتقال زمانہ حمل میں ہی ہوگیا تھا، اس لیے آپ ابن عبد المطلب کے نام سے ہی مشہور تھے۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کے غلبہ کی اطلاع قریش مکہ کو آپ کے دادا نے دی تھی۔ گویا اب تصدیق کا وقت تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مکہ کے سردار تھے اور بہت مشہور تھے۔ ان کی شہرت کی وجہ

سے آپ نے اپنی نسبت ان کی طرف کر دی۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوْا بَنِیْ الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ

اَلْیَوْمَ نَضْرِبْکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِهٖ

ضَرْبًا یُزِیْلُ الْهَامَ عَنْ مَّقِیْلِهٖ

وَیُذْهِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِهٖ

ترجمہ: اے کفار کے بیٹو! حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو! آج ہم تم کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق ایسا ماریں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے اور دوست کو دوست بھول جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ بن رواحہ ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور وہ بھی حرم کی سرزمین پر شعر پڑھتے ہو؟! اس پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو (یعنی شعر پڑھنے دو) کفار پر یہ شعر تیروں سے زیادہ اثر کر رہے ہیں۔

زبدۃ:

1: سن 6 ہجری میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ کفار نے حدیبیہ کے مقام پر روک لیا۔ اس وقت جن شرائط کے تحت صلح ہوئی ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں۔ تو اب سن 7 ہجری میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسی عمرہ کی قضا کی غرض سے مکہ تشریف لائے تھے۔ تو یہ واقعہ سن 7 ہجری عمرۃ القضا کا ہے۔

2: میدان جنگ میں اشعار کہنا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں یا کفار کے حوصلے پست ہوں یہ لسانی جہاد میں داخل ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم میں شعر کی مذمت فرمائی ہے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی، اور یہ زبانی جہاد بھی ایسا ہی ہے کہ گویا تم تیر برسا رہے ہو۔

حدیث: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سو سے زیادہ مرتبہ بیٹھا ہوں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم اشعار پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے بھی نقل کرتے تھے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو روکتے نہ تھے) بلکہ خاموشی سے سنتے تھے اور کبھی کبھار (ان کے مسکرانے کی بات پر) مسکراتے بھی تھے۔

زبدۃ:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود تو شعر نہیں کہتے تھے کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہ تھے، البتہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کبھی روکا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا شعر و شاعری بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر مبارک رکھوایا کرتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فخریہ شعر پڑھیں یا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کریں (یعنی کفار کے اعتراضات کے جواب دیں) حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد فرمائیں جب تک یہ دین کی مدد کرتے رہیں۔

زبدۃ:

1: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح القدس سے ملاء اعلیٰ کی پوری جماعت مراد ہے جن میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

2: ''شعر'' ایسے کلام کو کہتے ہیں جو قصد و ارادہ کے ساتھ مقفّٰی اور موزون بنایا گیا ہو۔ شعر کے بارے میں بعض روایات سے مذمت اور بعض سے تعریف ثابت ہے۔ مگر خلاصہ سب روایات کا یہ ہے کہ شعر کی ذات میں کوئی بھلائی ہے نہ ہی برائی، مضمون صحیح اور مفید ہو تو شعر اچھی چیز ہے اور مضمون جھوٹ یا غیر مفید ہو تو شعر بری چیز ہے۔ تو جو حکم مضمون کا ہے وہی حکم شعر کا بھی ہے لیکن بہتر ہونے کی صورت میں بھی اس میں انہماک اور کثرت سے مشغولی ممنوع ہے۔

3: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اپنی زبان مبارک سے قصداً کوئی شعر نہیں کہا کیونکہ یہ ایک ایسا علم ہے جو کہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ البتہ آپ نے دوسروں کے اشعار بطورِ شہادت اور دلیل کے اپنی زبان مبارک سے بعض اوقات ادا فرمائے ہیں۔ آپ کسی شاعر کا مکمل شعر یا اس کا ایک حصہ بعض اوقات ذکر فرما دیتے تھے جیسا کہ گزشتہ روایات میں گزرا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّمَرِ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو قصے سننے اور سنانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيثًا، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: كَأَنَّ الْحَدِيثَ حَدِيثُ خُرَافَةَ فَقَالَ: أَتَدْرُونَ مَا خُرَافَةُ؟ إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلاً مِنْ عُذْرَةَ، أَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَكَثَ فِيهِمْ دَهْرًا، ثُمَّ رَدُّوهُ إِلَى الإِنْسِ فَكَانَ يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَى فِيهِمْ مِنَ الأَعَاجِيبِ، فَقَالَ النَّاسُ: حَدِيثُ خُرَافَةَ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا تو ایک زوجہ محترمہ نے کہا کہ یہ تو خُرافہ کی بات معلوم ہوتی ہے۔ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتی بھی ہو کہ خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے؟ خُرافہ بنو عُذرہ قبیلہ کا آدمی تھا اور جنات اس کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر وہ عرصہ تک جنات میں رہا۔ بعد میں وہ جنات خرافہ کو واپس لوگوں میں چھوڑ گئے تو خرافہ نے جو عجیب وغریب قصے جنات میں دیکھے تھے وہ لوگوں میں بیان کرتا تھا۔ اس کے بعد سے یہ مشہور ہو گیا کہ جب بھی لوگ عجیب بات دیکھتے تو لوگ کہتے کہ یہ تو خُرافہ کا قصہ ہے۔

زبدۃ:

زمانہ جاہلیت میں جنات کا نہایت غلبہ تھا اور لوگوں کو بہت ستاتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے تھے۔ اٹھا کر لے جاتے تھے۔ عورتوں سے صحبت تک کیا کرتے تھے۔ اسلام کے بعد ان کا زور ٹوٹ گیا۔

خُرافہ کا قبیلہ بنو عُذرہ یمن کا قبیلہ تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس قبیلہ کی عورتیں بہت حسین و جمیل تھیں۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں ایک جگہ اکٹھی بیٹھ گئیں اور آپس میں پختہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کی حالت کو سچ سچ بیان کریں گی، کوئی بات نہیں چھپائیں گی۔

پہلی عورت نے کہا کہ میرا خاوند لاغر اونٹ کا گوشت ہے اور وہ گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر ہے، نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہے کہ وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ ہی گوشت عمدہ ہے کہ اس کو ضرور حاصل کیا جائے۔

زبدۃ:

اس عورت نے خاوند کی برائی بیان کی ہے کہ میرا خاوند نکما، بدمزاج اور بداخلاق ہے، اس کو آسانی کے ساتھ پالینے میں بھی کوئی فائدہ نہیں چہ جائیکہ اس کو مشقت کے ساتھ حاصل کیا جائے۔

دوسری عورت نے کہا کہ میں اپنے خاوند کا تذکرہ نہیں کرتی کیونکہ اگر میں نے بیان کرنا شروع کیا تو مجھے ڈر ہے کہ میں ادھورا نہ چھوڑ سکوں گی اور اس کے ظاہر و پوشیدہ عیب بیان کروں گی۔

زبدۃ:

معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا خاوند سراپا عیب تھا۔

تیسری عورت نے کہا: میر اخاوند بہت ہی بے تکا لمبا ہے (اور بد اخلاق ایسا ہے کہ) اگر میں بول پڑوں تو طلاق کا خطرہ اور اگر چپ رہوں تو درمیان میں ہی لٹکی رہوں۔

زبدۃ:

کہتے ہیں کہ زیادہ لمبا ہونا بے وقوفی کی علامت ہے یعنی میر اخاوند بے وقوف ہے اور بد اخلاق بھی کہ کوئی چیز مانگ بیٹھوں تو طلاق دے دے گا، اگر نہ مانگوں اور چپ رہوں تو میر اخیال نہیں کرتا۔ اب میں درمیان میں لٹکی ہوں، نہ تو شادی شدہ عورتوں میں شمار ہوں، نہ ہی کنواریوں میں کہ کسی اور خاوند کا بندوبست کر سکوں۔

چوتھی عورت نے کہا: میر اخاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل ہے، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈا، نہ ہی کوئی خوف والی بات ہے اور نہ ہی تنگ دل ہے۔

زبدۃ:

یعنی نہ ہی معمولی معمولی بات پر طیش میں آتا ہے اور نہ یہ کہ بڑے سے بڑے حادثہ پر بھی بے حس ہو، نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے کہ ناراض ہو گیا تو کیا بنے گا؟ اور نہ ہی ساتھ رہنے سے دل تنگ ہو کر اکتا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ کے گرد و نواح کو "تہامہ" کہتے ہیں۔ اس کا موسم رات کو ہمیشہ معتدل ہی رہتا ہے، خواہ دن کو گرمی ہی کیوں نہ ہو، اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے۔

پانچویں عورت نے کہا کہ میر اخاوند جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور باہر نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے، جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

زبدۃ:

اس عورت نے اپنے خاوند کی قدرے تعریف اور قدرے مذمت بیان کی ہے کہ گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور چیتے کی تین خصلتیں مشہور ہیں:

(1) کثرت سے جماع کرنا، (2) کثرت سے سونا اور (3) غافل رہنا

مطلب یہ کہ جب گھر آتا ہے تو صحبت بہت کرتا ہے، خوب سوتا ہے اور گھریلو معاملات میں لاپرواہی کرتا ہے اور گھر سے باہر شیر ہوتا یعنی شیر کی طرح اس کا خوب رعب ہے۔ اس کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا اور گھریلو معاملات کی تحقیق نہیں کرتا کہ کیا پکایا؟ کیا کھایا؟ اور کیا لیا؟ اور کیا دیا؟ یہ سب ہماری صوابدید پر ہوتا ہے۔

چھٹی عورت نے کہا کہ میرا خاوند کھاتا ہے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے، جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لیٹ جاتا ہے اور کسی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا کہ اس کا حال معلوم کر سکے۔

زبدۃ:

اس عورت کے بیان میں تعریف بھی ہو سکتی ہے اور مذمت بھی۔ مذمت تو ترجمہ سے ظاہر ہے اور اگر تعریف ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کے گھر میں وسعت ہے ہر قسم کے کھانے کھاتا ہے، تمام قسم کے مشروبات پیتا ہے، بے فکر ہو کر سوتا ہے، کسی کے کپڑے میں ہاتھ ڈال کر کسی اور کو پریشان نہیں کرتا اور کسی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا یعنی وہ نہ گالی گلوچ کرتا ہے اور نہ کسی کی عزت پر حملہ کرتا ہے۔

ساتویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز اور بے وقوف ہے، دنیا کی ہر بیماری اس میں ہے (جب ناراض ہو) تو بداخلاق ایسا کہ سر پھوڑ دے یا ہاتھ ٹانگ توڑ دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

زبدۃ:

اس نے اپنے خاوند کی خوب مذمت کی ہے۔

آٹھویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند خرگوش کی طرح نرم ہے اور زعفران کی خوشبو کی طرح مہکتا ہے۔

زبدۃ:

اس عورت نے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے اور خوب کی ہے۔

نویں عورت نے کہا میرا خاوند بلند ستونوں والا، بڑی راکھ والا، لمبے قد والا، مجلس کے قریب والا ہے۔ اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس ہے۔

زبدۃ:

اس عورت نے خاوند کی چار صفتیں بیان کی ہیں؛

[۱]: بلند ستونوں والا ہے یعنی بڑی بڑی کوٹھیوں کا مالک ہے۔

[۲]: بڑی راکھ والا ہے یعنی مہمان نواز ہے کہ کھانا اس کے گھر بہت پکتا ہے اس لیے راکھ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

[۳]: لمبے قد والا ہے یعنی مردوں میں مناسب لمبے قد کا ہونا حسن کی علامت ہے۔

[۴]: مجلس کے قریب والا ہے یعنی دارالمشورہ کے قریب اس کا گھر ہے۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اس سے بہت زیادہ مشورہ کرتے ہیں، اس لیے گھر ہی مشورہ کی جگہ کے قریب ہے تاکہ آنے میں دیر نہ ہو، جب ضرورت پڑی فوراً بلا لیا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مشورہ کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کے کھانے کا بندوبست کرنا پڑتا ہے تو اس نے گھر قریب ہی بنایا ہوا ہے تاکہ کھانا جب چاہیں آسکے۔

دسویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے اور مالک کا کیا حال بیان کروں! مالک ان سب خاوندوں سے بہتر ہے جن کا ذکر ان عورتوں نے کیا ہے۔ اس کے اونٹ باہر چرنے کے لیے بہت کم جاتے ہیں، اکثر گھر کے قریب بیٹھے رہتے ہیں، جب وہ باجے کی آواز سنتے ہیں تو یقین کر لیتے ہیں کہ ان کے ذبح ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔

زبدۃ:

اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک ہے۔ اس نے بھی خاوند کی تعریف کی

ہے یعنی میرے خاوند کے ہاں مہمانداری بہت کثرت سے ہوتی ہے، اس لیے اونٹ چرنے کے لیے نہیں جاتے بلکہ گھر کے قریب بیٹھے رہتے ہیں تاکہ جب ضرورت پڑے تو فوراً ذبح کیا جاسکے اور جب کوئی مہمان آتا ہے تو یہ اس کی خوشی میں پہلے شراب کباب اور باجے کا بندوبست کرتا ہے۔ باجے کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ جاتے ہیں کہ اب ان کی باری ہے۔

گیارہویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند ابوزرع ہے اور ابوزرع کی کیا تعریف کروں کہ وہ کیسا آدمی تھا؟! اس نے میرے کانوں کو زیوروں سے بھر دیا اور کھلا کھلا کر میرے بازوؤں کو چربی سے پر کر دیا۔ مجھے اتنا خوش رکھتا تھا کہ میں اپنے آپ کو بھی بہت اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ مجھے ایسے گھر سے لایا جن کے پاس چند بکریاں تھیں اور بہت مشقت میں تھے اور مجھے ایسے لوگوں میں لے آیا جن کے پاس گھوڑے، اونٹ اور کھیتی کے لیے بیل اور کسان بھی تھے۔ خوش اخلاق ایسا کہ میری کسی بات پر برا نہ مناتا۔ میں دن چڑھے صبح تک سوتی رہتی، کوئی نہ جگاتا اور کھانے پینے میں ایسی فراخی کہ خوب سیر ہو کر چھوڑ دیتی۔

ابوزرع کی ماں کی کیا بات ہے! اس کے بڑے بڑے برتن تھے، گھر بڑا وسیع اور کشادہ تھا۔ ابوزرع کے بیٹے کے کیا کہنے؟ وہ ایسا چھریرے اور پھرتیلے بدن والا تھا کہ پسلی ایسی جیسے سونتی ہوئی تلوار اور ایسا کم خوراک کہ بکری کا ایک پایہ ہی اس کو کافی ہو جاتا۔ ابوزرع کی بیٹی کی بھی کیا بات ہے! ماں باپ کی فرمانبردار بھاری جسم والی (عربوں کے ہاں عورت کا موٹا ہونا حسن کی علامت ہے) ایسی موٹی تازی کہ سوکن اس سے جلتی تھی۔ ابوزرع کی باندی بھی بڑی باکمال تھی، گھر کی بات کبھی باہر جا کر نہ پھیلاتی، کھانے کی معمولی سی چیز بھی بغیر اجازت خرچ نہ کرتی تھی، گھر کو بھی بڑا صاف شفاف رکھتی تھی۔

ہمارا وقت بہت اچھا گزر رہا تھا کہ ایک دن ابوزرع صبح ایسے وقت گھر سے نکلا جب دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے۔ راستہ میں ایک عورت ملی جس کے نیچے اس کے دو چیتے کی طرح کے بچے اناروں (یعنی پستانوں) سے کھیل رہے تھے۔ پس ابوزرعہ نے مجھے طلاق دے کر اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور میں نے بھی اس کے بعد ایک ایسے شخص سے نکاح کر لیا جو کہ سردار تھا، عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر خطی نیزا پکڑتا تھا، بڑا شاہسوار تھا، مجھے اس نے بے شمار نعمتیں دیں، ہر قسم کے جانوروں کا جوڑا جوڑا دیا اور کہا کہ ام زرع! خوب کھاؤ پیؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی پہنچاؤ۔ ام زرع کہتی ہیں: اگر میں اس دوسرے خاوند کی دی ہوئی ساری چیزوں کو بھی جمع کر لوں تو بھی ابوزرع کے ایک برتن کو نہیں پہنچ سکتیں۔

حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے حق میں ایسا ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے حق میں۔

زبدۃ:

1: ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قصہ بیان ہوا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سماعت بھی فرمایا۔ بعض روایات سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ بیان کرنا بھی ثابت ہے۔ لہٰذا اس سے قصہ سننے اور سنانے کا جواز بھی نکلتا ہے۔ مگر قصہ گوئی کے لیے شرط یہ ہے کہ قصہ ایسا نہ ہو جس سے اخلاق تباہ ہوں، اس سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہو، اس میں کسی کی غیبت ہو بلکہ اہلِ خانہ کے سامنے کوئی قصہ ان کی دل جوئی کے لیے بیان کرنا تو بہت ہی اچھی بات ہے۔

2: اس آخری اور دوسری روایت میں چونکہ ام زرع کے قصہ کی تفصیل ہے

لہذا اس روایت کا نام "حدیث ام زرع" پڑ گیا ہے۔ مگر اس پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس میں تو عورتوں نے اپنے خاوندوں کے عیب بیان کیے تھے اور یہ تو سراسر غیبت ہے پھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے سن لیے؟ اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ کسی ایسے غیر معروف شخص کے حالات کو بیان کرنا جس کو لوگ نہ جانتے ہوں یہ غیبت میں داخل نہیں۔

3: اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسے ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے۔ مگر روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "مگر میں تجھے طلاق نہ دوں گا" حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضرت! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ابو زرع کی کیا حقیقت ہے؟! آپ تو اس سے بہت بڑھ کر ہیں!!

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَوْمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ الأَيْمَنِ، وَقَالَ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام فرمانے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے:

رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

اے میرے رب! مجھے اپنے عذاب سے بچالینا جب اپنے بندوں کو تو اٹھائے گا (یعنی قیامت کو)

اور ایک روایت میں "يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ" کے الفاظ ہیں یعنی جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔ مطلب دونوں کا ایک ہے۔

زبدۃ:

اس باب میں دو چیزیں بیان ہوئی ہیں؛ سونے کی دعائیں اور طریقہ۔ پہلے سونے کی دعائیں ساری پڑھ لیں، پھر طریقہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی.

اے اللہ! میں تیرے ہی نام کے ساتھ مرتا ہوں (یعنی سوتا ہوں) اور تیرے ہی نام کے ساتھ زندہ ہوں گا (اس میں سونے اور جاگنے کو موت اور حیات سے تشبیہ دی ہے کیونکہ نیند کے دوران بھی انسان کے اعضاء موت کی طرح ہی معطل ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے نیند کو "اخت الموت" یعنی موت کی بہن کہتے ہیں)

اور جب آپ بیدار ہوتے تو فرماتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہی ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد پھر زندہ کیا (یعنی سلانے کے بعد بیدار کیا) اور اسی کی طرف ہم کو لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر آرام فرمانے لگتے تو دونوں ہاتھوں کو (دعا مانگنے کے طریقہ پر) جمع فرماتے۔ پھر تین سورتیں؛ قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرتے۔ پھر حسبِ استطاعت پورے جسم پر ہاتھوں کو پھیرتے۔ ابتداء سر سے فرماتے اور یہ عمل تین مرتبہ دہراتے تھے۔

زبدۃ:

اس کے علاوہ الم سجدہ، تبارک الذی کا ہمیشہ پڑھنا اور آیت الکرسی، سورۃ البقرۃ اور سورۃ الواقعہ کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص سوتے وقت قرآن کریم کی ایک سورت پڑھ کر سو جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کی حفاظت پر اس کے جاگنے تک مقرر ہو جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ کَفَانَا وَآوَانَا ، فَکَمْ مِّمَّنْ لَّا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور ہماری ضروریات کے لیے کافی ہو گیا اور ہم کو ٹھکانا عطا فرمایا کیونکہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ ہی ٹھکانا دینے والا۔

2: **سونے کا طریقہ:** یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر دائیں جانب کو لیٹ جائے۔ اگر ممکن ہو تو قبلہ رو ہو جائے۔ دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے، اس لیے کہ یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا۔ اس میں خاص حکمت یہ ہے کہ آدمی کا دل بائیں جانب ہے، تو دائیں کروٹ پر سونے سے آدمی کا دل اوپر رہتا ہے اور گہری نیند نہیں ہوتی، آدمی چوکنا سوتا ہے اور بائیں کروٹ لینے میں نقصان یہ ہے کہ جب دل نیچے کی جانب ہو گا تو پورے بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کرے گا۔ چونکہ دل اعضائے رئیسہ میں سے ایک اہم عضو ہے اس لیے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر بھی بہت سے امراض کا سبب بن جاتا ہے۔ حضرت ابو عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دائیں کروٹ پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا معمول اس وقت تھا جب وقت زیادہ ہوتا اور اگر کبھی وقت کم ہوتا تو ہاتھ پر ٹیک لگا کر ہی تھوڑی دیر آرام فرمالیتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلاَقَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلاَ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا.

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر لمبی نفل نماز پڑھی کہ آپ کے قدم مبارک میں ورم آ گیا۔ آپ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضرت! آپ اس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں اور مشقت برداشت فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں تو معاف فرمادی ہیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا بڑا احسان فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا کہ رات کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا؟ تو (میری امی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ رات کے پہلے حصہ میں سو جاتے، پھر قیام فرماتے تھے، اس کے بعد جب سحری کا وقت قریب ہوتا تو آپ وتر ادا فرماتے، پھر آپ اپنے بستر پر تشریف لے آتے، پھر اگر آپ کو رغبت ہوتی تو اپنی اہلیہ کے ساتھ صحبت فرماتے، پھر جب اذان ہوتی تو آپ تیزی سے اٹھتے، اگر آپ حالت جنابت میں ہوتے تو غسل

فرماتے ورنہ صرف وضو فرمالیتے۔

زبدۃ:

اطباء کے نزدیک بھی صحبت کا بہترین وقت اخیر شب ہے کیونکہ یہ اعتدال کا وقت ہے۔ اول وقت میں پیٹ بھرا ہوتا ہے اور ایسی حالت میں صحبت نقصان دہ ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں اور زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی بہتر ہوتا ہے کہ اس میں خاوند اور بیوی دونوں کی طبیعت میں سوکر اٹھنے کے بعد خوب نشاط ہوتا ہے۔

لیکن یہ سب طبی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں، شرعی طور پر ہر وقت جائز ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں بھی صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ علماء نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت صحبت کرنے سے اگر حمل ٹھہر جائے تو اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کو تہجد کے لیے اٹھو تو اول دو مختصر رکعتیں پڑھ لیا کرو۔

زبدۃ:

اس سے مراد تحیۃ الوضو کی دو رکعتیں ہیں جن کی ادائیگی سے نیند کا غلبہ دور ہوکر بدن میں چستی آجائے گی، پھر اس کے بعد معمول کے مطابق تہجد کی نماز چار، آٹھ، بارہ رکعات حسبِ توفیق ادا کرے۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول دو رکعت تحیۃ الوضوء، آٹھ

رکعت تہجد اور تین رکعت وتر پڑھنے کا تھا مگر یہ ایسی خاص تحدید نہ تھی کہ کم و بیش نہ ہو بلکہ مختلف اوقات میں مختلف رکعتیں بھی منقول ہیں۔

مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھنے کا تھا، آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک روایت ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعت پڑھتے تھے۔ ایک روایت کی تصریح کے مطابق چھ رکعت تہجد اور تین رکعت پڑھتے تھے یعنی چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ حضرت ام المؤمنین میری امی عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد ادا نہ فرما سکتے تو دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ نیز مختلف روایات سے دو رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر بھی ثابت ہیں۔

زبدۃ:

وتروں کی ادائیگی میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ تین وتر ایک سلام کے ساتھ ادا کرنے چاہییں جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک تین وتر دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے چاہییں۔ امام مالک علیہ الرحمۃ دونوں طریقوں سے اجازت دیتے ہیں۔ اس لیے ہم تو احناف کے پابند ہیں۔ البتہ اس مسئلے میں جھگڑنا نہیں چاہیے کیونکہ دوسرا مسلک بھی ائمہ کا ہے اور بعض روایات میں وتروں کے بعد بھی دو رکعت بیٹھ کر ادا فرمانے کا ذکر آیا ہے۔ اس حساب سے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم سے سترہ رکعات ثابت ہو گئیں؛ دو رکعت تحیۃ الوضوء، آٹھ رکعت تہجد، تین رکعت وتر، دو رکعت بیٹھ کر نفل اور دو رکعت فجر کی سنتیں۔

حدیث:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوئے تو آپ نے "اَللّٰهُ أَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ" فرمایا۔ پھر آپ نے سورت بقرۃ تلاوت فرمائی۔ پھر رکوع قیام کے برابر فرمایا۔ اس میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ" ہی کہتے رہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایااور قیام بھی رکوع کے برابر فرمایااور اس میں "لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ" ہی پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے رکوع کے برابر سجدہ فرمایا۔ اس میں آپ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى" پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور دو سجدوں کے درمیان بھی سجدہ کی مقدار کے برابر بیٹھے رہے۔ اس میں "رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ" پڑھتے رہے۔ اسی طرح آپ نے ان میں سورۃ بقرہ، آل عمران، سورہ نساء اور سورہ مائدہ یا سورہ انعام کی تلاوت فرمائی۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک رات حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں ایک ہی آیت بار بار تلاوت فرماتے رہے۔ اس روایت میں اس آیت کا ذکر نہیں مگر دوسری روایت میں ہے کہ وہ آیت سورہ المائدۃ کی یہ ہے:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ .

(سورۃ المائدۃ:118)

اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو بے شک تو غالب ہے، حکمت والا ہے۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے قریب اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

زبدۃ:

عام امتیوں کو بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ملتا ہے لیکن حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نفل پڑھنے کا بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ آپ کو کھڑے ہو کر نفل پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نوافل پڑھنا ضعف اور کمزوری کی وجہ سے ہوتا تھا یا امت کو یہ تعلیم دینے کے لیے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، نماز کے لیے طاقت سے زیادہ مشقت برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بڑھاپے یا کسی عارضہ کی وجہ سے آدمی زیادہ دیر کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے مگر نفل نماز بغیر کسی عذر کے بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے بلکہ بیٹھا ہو ادر میان میں کھڑا ہو سکتا ہے اور کھڑا ہو ادر میان میں بیٹھ کر نفل نماز مکمل کر سکتا ہے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت عشاء کے بعد بھی اپنے گھر میں پڑھی ہیں۔

زبدۃ:

دن رات میں فرائض کے علاوہ بارہ رکعت سنت مؤکدہ ہیں؛ دو رکعت نماز فجر سے پہلے، چار رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص دن رات میں بارہ رکعات پابندی کے ساتھ ادا کرے حق تعالیٰ شانہ اس کے لیے جنت میں

گھر بنا دیتے ہیں۔

شمائل ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اگرچہ ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعت کا ذکر ہے مگر حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ اور (میری امی) ام حبیبہ رضی اللہ عنہما کی روایات اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت کی تصریح ہے۔ فجر کی سنتوں کی بہت تاکید آئی ہے حتیٰ کہ ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں پھر بھی فجر کی سنتیں ہرگز نہ چھوڑو۔ فجر کی دو سنتیں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت مختصر پڑھا کرتے تھے اور ان میں اکثر سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص یعنی قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ صَلاَةِ الضُّحیٰ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشت کی نماز کے بیان میں

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ : سَمِعْتُ مُعَاذَةَ ، قَالَتْ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ : أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ: حضرت معاذہ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں آپ چار رکعت ادا فرماتے تھے اور کبھی آپ اس سے بھی زیادہ جتنی رکعات خدا چاہتا، پڑھ لیا کرتے تھے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتحِ مکہ کے روز حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور آپ نے غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی۔ میں نے ان آٹھ رکعات کے علاوہ آپ کو کبھی اتنی مختصر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن اس اختصار کے باوجود آپ رکوع اور سجود نہایت اہتمام سے پورے فرما رہے تھے۔

زبدۃ:

1: سورج نکلنے کے بارہ پندرہ منٹ بعد دو یا چار رکعت نماز پڑھی جاتی ہے جس کا

نام ”نماز اشراق“ ہے اور سورج نکلنے کے تقریبا دو اڑھائی گھنٹے کے بعد جو نماز ادا کی جاتی ہے اس کو ”چاشت“ یا ”ضحیٰ“ کی نماز کہتے ہیں۔

2: حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ہر جوڑ پر روزانہ صدقہ لازم ہوتا ہے اور چاشت کی دو رکعت ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی طرف سے صدقہ ہے۔

3: چاشت کی کم از کم دو رکعات اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ثابت ہیں مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر آٹھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے۔

بَابُ صَلاَۃِ التَّطَوُّعِ فِی الْبَیْتِ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل گھر میں پڑھنے کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بنِ الْعَنْبَرِیُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَھْدِیٍّ، عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ، عَنْ عَمِّہٖ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلاَۃِ فِی بَیْتِی وَالصَّلاَۃِ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ: قَدْ تَرَی مَا أَقْرَبَ بَیْتِی مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَأَنْ أُصَلِّیَ فِی بَیْتِی أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَکُونَ صَلاَۃً مَکْتُوبَۃً.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد کے کتنا قریب ہے، پھر بھی مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے سوائے فرض نماز کے۔

زبدۃ:

1: نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تاکہ گھر میں برکت اور نورانیت ہو، گھر والوں کو نماز کا شوق ہو اور ترغیب ہو، بچے بھی نماز کو سیکھیں اور گھر اللہ کی عبادت سے آباد رہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔

نیز گھر میں نماز پڑھنے میں اخفا ہے اور نفل عبادت میں بھی اصل اخفا ہے یعنی نفل عبادت کو چھپ کر پڑھنا ہی بہتر ہے۔ ہر وہ نماز جس میں جماعت ہوتی ہے اس کو مسجد میں ادا کرنا چاہیے اگرچہ وہ فرض نہ ہو جیسے تراویح، کسوف، خسوف کی

نمازیں۔

2: مگر ایک بات کا خیال کرنا چاہیے کہ یہ فساد کا دور ہے اور دین سے بہت لاپرواہی ہے اور اعضاء میں کمزوری کی وجہ سے وضوء بھی زیادہ دیر قائم نہیں رہتا۔ اس لیے اگر کسی کو یہ خدشہ ہو کہ گھر جا کر گھر والوں میں مصروفیت کی وجہ سے سنتیں، نوافل فوت ہو جانے کا خوف ہو تو سنن مؤکدہ مسجد میں ہی ادا کرنی چاہییں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ. قَالَتْ: وَمَا صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلاً مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اتنے روزے رکھتے تھے کہ ہمارا خیال ہوتا کہ اب کبھی روزے نہ چھوڑیں گے اور پھر آپ کبھی اتنے روزے چھوڑ دیتے کہ ہمارا خیال ہوتا کہ آپ روزے کبھی بھی نہ رکھیں گے۔ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد آپ نے سوائے رمضان کے کبھی بھی مکمل اور مسلسل ایک مہینے کے روزے نہیں رکھے۔

زبدۃ:

یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی وگرنہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے شعبان کے مکمل روزے رکھے ہیں مگر یہ ہمیشہ معمول نہ تھا اور بعض اوقات شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے۔ اس وجہ سے بعض نے یہ نقل کر دیا ہے کہ آپ شعبان کے مکمل روزے رکھتے تھے۔

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کا روزہ بہت کم افطار فرماتے تھے۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے مگر ایام متعین نہ تھے، کبھی شروع میں، کبھی ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ، پندرہ کو، کبھی ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار، پیر کو اور دوسرے میں منگل، بدھ، جمعرات کو رکھتے تھے۔

2: ہر مہینہ میں تین روزوں کی ترغیب آئی ہے، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہونے کی وجہ سے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ہر ماہ تین روزے رکھتا ہے گویا کہ وہ عمر بھر کے روزے رکھتا ہے۔

3: اسی طرح حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے اور اس کی کئی وجہیں ہیں:

(۱): یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں۔

(۲): مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں پیر کے دن پیدا کیا گیا ہوں اور پیر کے دن مجھ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2747)

(۳): ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر پیر اور جمعرات کو ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے ان دو شخصوں کے جن میں بول چال بند ہو۔

(مسند احمد)

4: عرفہ کا روزہ بھی سنت ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور عاشورہ کے روزہ سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ سنت ہے مگر اس کے ساتھ نویں یا گیارھویں کا روزہ بھی رکھنا چاہیے کیونکہ یہودی دس محرم کا روزہ رکھتے تھے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی مخالفت کرو اور نویں یا گیارھویں کا روزہ بھی رکھا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا۔ اس لیے تنہا صرف دس محرم کا روزہ نہ رکھنا چاہیے بلکہ بہتر ہے کہ نویں یا گیارھویں تاریخ کا اضافہ کریں تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ دس محرم کو حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی تاریخ کو آسمان پر اٹھائے گئے، حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی اور اسی دن امت کا قصور معاف ہوا، حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی روز کنویں سے نکالا گیا، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض سے شفاء ملی، حضرت ادریس علیہ السلام اسی دن آسمان پر اٹھائے گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی دن ولادت ہوئی اور اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت عطاء ہوئی۔

(عمدۃ القاری: ج8 ص233 باب صیام یوم عاشوراء)

زبدۃ:

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھنا ثابت ہیں جیسے شعبان کے

اکثر روزے، ہر مہینہ میں تین روزے، ہر پیر اور جمعرات کا روزہ، جمعہ کے دن کا روزہ، عرفہ کا روزہ، عاشوراء کا روزہ وغیرہ۔ اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کا معمول روزوں کے بارے میں مختلف رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بارہ مہینے مسلسل روزے رکھتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ اور دو دن افطار فرماتے تھے۔

2: روزہ میں طبی مصلحتیں اور فوائد بھی بہت ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ

بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت مبارکہ کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقُولُ : { اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ } ثُمَّ يَقِفُ ، ثُمَّ يَقُولُ : {اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ } ثُمَّ يَقِفُ ، وَكَانَ يَقْرَأُ (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھتے کہ پہلے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" پڑھتے، پھر ٹھہرتے اور "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھتے، پھر ٹھہرتے اور "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" پڑھتے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن ابی قیس فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد کی نماز میں اکیلے) قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا بلند آواز سے؟ انہوں نے فرمایا: دونوں طرح سے، کبھی آہستہ کبھی زور سے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ہر طرح کی سہولت عطاء فرمائی ہے۔

حدیث: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز دے کر بھیجا اور ہمارے نبی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم گانے والوں کی طرح آواز بنا بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

(حرم یعنی بیت اللہ میں) تلاوت فرماتے اور میں اپنے گھر کی چھت پر سن لیتی تھی۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک کے اندر تلاوت فرماتے اور صحن میں بیٹھا ہوا آدمی تلاوت کو سن لیتا تھا۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت بالکل واضح ہوتی تھی جس کا ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ صاف طور پر سمجھ آتا تھا اور آپ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

2: نماز تہجد میں قرآن کو آہستہ اور جہر کے ساتھ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ اگر دوسروں کو ترغیب دینا مقصود ہو یا اونچا پڑھنے سے طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہو تو اونچی آواز کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے اور اگر کسی کو تکلیف یا ریاکاری کا خدشہ ہو تو آہستہ آواز سے پڑھنا مستحب بلکہ ضروری ہے۔

3: ترجیع کے ساتھ قرآن مجید ہر گز نہ پڑھنا چاہیے۔ ترجیع کا معنی ہے کہ آواز کو بار بار لوٹا کر گانے کی طرز پر پڑھنا بالخصوص اس طرح پڑھنا کہ مد، شد وغیرہ کا خیال نہ رہے، یہ تو جائز ہی نہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ زاری کے بیان میں

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ نماز پڑھ رہے تھے اور سینہ مبارک سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آرہی تھی جیسی کہ ہنڈیا کے جوش کی آواز ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: قرآن سناؤ! میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ پر قرآن نازل ہوتا ہے، میں آپ کو کیسے سناؤں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن پاک سنوں۔ چنانچہ میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی اور جب آیت "وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا" [سورۃ النساء: 41] پر پہنچا تو میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا، آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک بار سورج گرہن ہو گیا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور اتنا لمبا قیام فرمایا کہ گویا رکوع کا ارادہ ہی نہیں ہے

(دوسری روایت میں ہے کہ سورت بقرہ پڑھی) پھر آپ نے رکوع اتنا لمبا فرمایا گویا سر اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے اور اتنی دیر کھڑے رہے کہ گویا سجدہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ پھر آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ گویا سر اٹھانے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا کہ گویا دوسرا سجدہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ پھر آپ نے دوسرا سجدہ فرمایا اور اتنا لمبا سجدہ فرمایا کہ گویا سر اٹھانے کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ آپ شدت غم اور جوش کے ساتھ سانس لیتے اور روتے تھے اور فرماتے تھے: اے پروردگار! تونے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میری موجودگی تک میری امت کو عذاب نہ دے گا اور تونے یہ وعدہ کیا تھا اے اللہ! کہ جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو عذاب نہ دوں گا، اب ہم استغفار کرتے ہیں۔ پھر جب آپ دو رکعت نماز سے فارغ ہو گئے تو سورج نکل آیا۔ پھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی، پھر فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ لہٰذا جب سورج گرہن یا چاند گرہن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

زبدۃ:

یہ واقعہ اکثر محدثین کے نزدیک سن 10 ہجری کا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ سورج اور چاند کو گرہن کسی بڑی شخصیت کی موت یا پیدائش کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ اتفاق سے جس زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال بھی اسی زمانہ میں ہوا تھا۔ اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باطل خیال کی تردید فرمائی۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی دم توڑ رہی تھی (یعنی قریب الوفات تھی) تو آپ نے اس

کو اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنے سامنے ہی رکھ لیا۔ پس وہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی وفات پاگئی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چلا کر رونے لگی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے رسول کی موجودگی میں (اس طرح) رورہی ہو؟ باندی نے عرض کیا: حضور! آپ بھی تو رورہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: (یہ رونا ممنوع نہیں) بلکہ یہ تو اللہ کی رحمت ہے (کہ بندہ کے دل کو نرم فرماویں۔ کیونکہ آپ کے آنسو جاری تھے مگر زور دار آواز سے نہیں رورہے تھے) بے شک مؤمن بندہ ہر حال میں خیر میں ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ خود اس کی جان اس کے جسم سے نکل رہی ہوتی ہے تب بھی وہ اس حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف ہی کرتا ہے۔

زبدۃ:

محدثین اور مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کی کسی صاحبزادی یا نواسی کا بچپن میں انتقال نہیں ہوا بلکہ آپ کے دو نواسے ایسے ہیں جو بچپن میں فوت ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا عبداللہ بن عثمان تھا دوسرا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بیٹا محسن تھا۔ اس لیے راوی کو غلطی لگ گئی ہے۔ حدیث کے الفاظ "بنت لہ" (یعنی آپ کی بیٹی) نہیں بلکہ "ابن بنت لہ" (یعنی آپ کا نواسہ) ہیں۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

زبدۃ:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

دودھ شریک بھائی تھے۔ بڑے پرہیز گار اور عبادت گزار تھے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ جب شراب حلال تھی تب بھی نہ پیتے تھے۔ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے فوت ہوئے۔ آپ کا سنِ وفات سن 2 ہجری ہے۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے تھے۔ ان کی قبر پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شناخت کے لیے کالا پتھر بھی رکھ دیا تھا۔

زبدۃ:

آدمی کئی وجہ سے روتا ہے؛ رحمت و مہربانی کی وجہ سے، محبت اور شوق کی وجہ سے، خوف کی وجہ سے، غلبہ خوشی کی وجہ سے، درد و تکلیف کی وجہ سے، کسی صدمہ اور رنج کی وجہ سے، کسی کے ظلم کی وجہ سے، گناہوں پر ندامت اور توبہ کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق کی وجہ سے رونا تو بہت ہی پسندیدہ بات ہے۔ البتہ نفاق، دکھلاوے اور ریاکاری کا رونا اور میت پر نوحہ یعنی میت کی خوبیوں وغیرہ کا تذکرہ کر کے بلند آواز سے بین کرنا اور بے صبری کا رونا یہ جائز نہیں ہے۔

اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شفقت اور رحمت کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں اکثر رویا کرتے تھے۔ اللہ کریم ہمیں بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائے آمین۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيفٌ.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک جس پر آپ سویا کرتے تھے، چمڑے کا بنا ہوا تھا جس میں کھجور کے پتے کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا جس پر تمہارے گھر میں آرام فرماتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ایک ٹاٹ تھا جس کو ہم دہرا کر کے بچھاتے تھے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سو جایا کرتے تھے۔ ایک رات مجھے خیال آیا کہ اسکو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو یہ زیادہ نرم اور آرام دہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے چوہرا کر کے بچھا دیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کو میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ آپ کا بستر مبارک تھا، بس اسی کو چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کو پہلی حالت پر ہی رہنے دو کیونکہ اس کی نرمی نے رات کو مجھے تہجد سے روک دیا۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کبھی چمڑے کا ہوتا تھا جس میں

کھجور کی چھال کو کوٹ کر بھر دیا جاتا تھا، کبھی ٹاٹ کا ہوتا اور کبھی بوریا کا ہوتا۔ یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور قناعت تھی کہ آپ نے نرم بستر کے بجائے عام سادہ سا گدا ہی پسند فرمایا ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے اصرار کے ساتھ کئی مرتبہ پیشکش بھی فرمائی بلکہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا بستر بنا کر بھی لائیں مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس فرمایا۔ آپ اکثر یہ فرماتے تھے کہ میری مثال تو راہ گزر مسافر کی طرح ہے جو تھوڑی دیر کے لیے درخت کے نیچے بیٹھا اور پھر چل دیا۔

آج ہم اپنی حالت کو دیکھیں تو اپنے ایمان پر بھی شک ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی وانکساری کے بیان میں

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ قَالَ: أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وُلْدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ يُكَنَّى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ قَالَ الْحَسَنُ: فَكَتَّمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا، ثُمَّ حَدَّثْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ. فَسَأَلَهُ عَمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَوَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهَا عَنْ مَدْخَلِهِ وَمَخْرَجِهِ وَشَكْلِهِ فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا.

قَالَ الْحُسَيْنُ: فَسَأَلْتُ أَبِي، عَنْ دُخُولِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَانَ إِذَا أَوٰى إِلَى مَنْزِلِهِ جَزَّأَ دُخُولَهُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، جُزْءًا لِلّٰهِ، وَجُزْءًا لِأَهْلِهِ، وَجُزْءًا لِنَفْسِهِ، ثُمَّ جَزَّأَ جُزْأَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ، وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا، وَكَانَ مِنْ سِيرَتِهِ فِي جُزْءِ الْأُمَّةِ إِيثَارُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِإِذْنِهِ وَقَسْمِهِ عَلَى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّينِ، فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ، وَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ، وَمِنْهُمْ ذُو الْحَوَائِجِ، فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيَشْغَلُهُمْ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْأُمَّةَ مِنْ مُسَاءَلَتِهِمْ عَنْهُ وَإِخْبَارِهِمْ بِالَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ وَيَقُولُ: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ، وَأَبْلِغُونِي حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهَا، فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يُذْكَرُ عِنْدَهُ

إِلاَّ ذٰلِكَ، وَلاَ يُقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ غَيْرِهِ. يَدْخُلُونَ رُوَّادًا وَلاَ يَفْتَرِقُونَ إِلاَّ عَنْ ذَوَاقٍ، وَيَخْرُجُونَ أَدِلَّةً يَعْنِي عَلَى الْخَيْرِ.

قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهِ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيهِ؟ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزِنُ لِسَانَهُ إِلاَّ فِيمَا يَعْنِيهِ، وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلاَ يُنَفِّرُهُمْ، وَيُكْرِمُ كَرِيمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيهِ عَلَيْهِمْ، وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِشْرَهُ وَخُلُقَهُ، وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيهِ، وَيُقَبِّحُ الْقَبِيحَ وَيُوَهِّيهِ، مُعْتَدِلُ الأَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ، لاَ يَغْفُلُ مَخَافَةَ أَنْ يَغْفُلُوا أَوْ يَمِيلُوا، لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ، لاَ يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلاَ يُجَاوِزُهُ. الَّذِينَ يَلُونَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ، أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَعَمُّهُمْ نَصِيحَةً، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُؤَازَرَةً.

قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَقُومُ وَلاَ يَجْلِسُ إِلاَّ عَلَى ذِكْرٍ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَأْمُرُ بِذٰلِكَ، يُعْطِي كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيبِهِ، لاَ يَحْسَبُ جَلِيسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ، مَنْ جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ صَابَرَهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ، وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهُ إِلاَّ بِهَا أَوْ بِمَيْسُورٍ مِنَ الْقَوْلِ، قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ، فَصَارَ لَهُمْ أَبًا وَصَارُوا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً، مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَأَمَانَةٍ وَصَبْرٍ، لاَ تُرْفَعُ فِيهِ الأَصْوَاتُ وَلاَ تُؤْبَنُ فِيهِ الْحُرَمُ، وَلاَ تُثَنّٰى فَلَتَاتُهُ مُتَعَادِلِينَ، بَلْ كَانُوا يَتَفَاضَلُونَ فِيهِ بِالتَّقْوَى، مُتَوَاضِعِينَ يُوَقِّرُونَ فِيهِ الْكَبِيرَ وَيَرْحَمُونَ فِيهِ الصَّغِيرَ، وَيُؤْثِرُونَ ذَا الْحَاجَةِ وَيَحْفَظُونَ الْغَرِيبَ.

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لے جانے اور

گھر کے اندر کے حالات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ و سلم اپنے اوقات کو تین حصوں پر تقسیم فرمادیتے تھے؛ ایک خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز وغیرہ کے لیے، ایک اپنے گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی (ہنسنے بولنے اور دیگر ضروریات) کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات مبارکہ کے لیے۔ پھر اپنے حصہ کو بھی مزید دو حصوں میں تقسیم فرمادیتے تھے: ایک حصہ اپنے آرام وغیرہ کے لیے اور ایک حصہ دوسرے لوگوں کے لیے۔ اس میں بڑے اور خواص صحابہ کے ذریعہ عام لوگوں کو فائدہ پہنچاتے تھے۔

آپ لوگوں سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں رکھتے تھے۔ (امت کے اس حصہ میں آپ کا) طریقہ کار یہ تھا دین کے اعتبار سے علم و فضل والوں کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ پس کوئی شخص ایک ضرورت، کوئی دو اور کوئی زیادہ ضرورتیں لے کر آتا تھا۔ پس آپ ان کو ایسے امور میں مشغول رکھتے تھے جو خود ان کی ذات اور پوری امت کے لیے فائدہ مند ہوتے تھے۔ وہ لوگ آپ سے مسائل پوچھتے تھے اور آپ ان کے مناسب حال جواب دیتے اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے کہ تم لوگ جو یہاں موجود ہو دوسرے ان لوگوں تک میری باتیں پہنچاؤ جو یہاں پر موجود نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرماتے کہ جو لوگ (کسی عذر، شرم یا رعب کی وجہ سے) مجھ تک اپنی بات نہیں پہنچا سکتے آپ مجھ تک ان لوگوں کی ضرورتیں پہنچاؤ اور جو شخص کسی ایسے شخص کی ضرورت بادشاہ تک پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم فرمائیں گے۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایسی ہی اچھی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی لایعنی بات وہاں نہ ہوتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر کے طالب بن کر آتے تھے اور کوئی چیز چکھے بغیر وہاں سے نہ جاتے تھے (یعنی آپ ان کو

دین بھی سکھاتے اور جو کچھ موجود ہوتا وہ بھی پیش فرماتے تھے) وہ لوگ نیکی کے راہنما بن کر آپ کی مجلس سے جاتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر کے معمولات کیا تھے؟ انہوں نے فرمایا: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک کو محفوظ رکھتے، سوائے بامقصد بات کے کوئی بات نہ فرماتے تھے۔ آپ لوگوں کی دلجوئی فرماتے تھے اور ان کو متنفر نہ فرماتے تھے (یعنی ایسی بات نہ فرماتے کہ لوگوں کو آپ سے وحشت ہو یا دین سے نفرت ہونے لگے)۔

ہر قوم کے معزز اور شریف آدمی کا احترام فرماتے تھے۔ پھر اس کو اس قوم پر سردار مقرر فرمادیتے تھے۔ لوگوں کو (عذابِ الٰہی یا غیروں کے شر سے) خبردار فرماتے اور خود بھی (لوگوں کے شر سے بچنے کی تدبیر) اختیار فرماتے تھے مگر ہر شخص سے اپنے چہرے کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے (یعنی احتیاط کے باوجود خوش اخلاقی کا مظاہرہ جاری رہتا تھا) اپنے ساتھیوں کی خبر گیری فرماتے تھے اور ان کے آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے تھے۔ ہر اچھی بات پر حوصلہ افزائی فرماتے اور ہر بری بات کی حوصلہ شکنی فرماتے تھے۔ ہر کام میں میانہ روی اختیار فرماتے تھے۔

آپ کی کسی معاملہ میں دو رائے نہ ہوتی تھیں (کہ کبھی کچھ فرمادیں اور کبھی کچھ - العیاذ باللہ) حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے کہ کہیں یہ لوگ دین سے غافل نہ ہو جائیں یا حد سے تجاوز کریں اور بعد میں اکتا جائیں۔ آپ کے پاس ہر حال کے مناسب سامان رہتا۔ آپ حق بات میں نہ تو کوتاہی فرماتے اور نہ ہی حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے آپ کے

قریبی لوگ دیگر لوگوں میں سے بہترین لوگ ہوتے تھے اور پھر ان میں سے بھی زیادہ بہتر وہ لوگ شمار ہوتے تھے جو خیر خواہی میں بڑھے ہوئے تھے۔ آپ کے نزدیک بھی بلند مرتبہ وہی لوگ شمار ہوتے تھے جو انسانی ہمدردی اور باہمی تعاون میں دوسروں سے آگے ہوتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے معمولات دریافت کیے تو انہوں نے فرمایا: آپ کی مجلس کا آغاز اور اختتام اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہوتا تھا۔ جب آپ کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں تشریف رکھتے۔ آپ دوسرے لوگوں کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

آپ کے پاس بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ میرا اعزاز و اکرام سب سے زیادہ فرماتے ہیں۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا آپ کے ساتھ کسی کام میں شریک ہوتا تو اس کے ساتھ بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اٹھ کر چلا جائے۔ جو شخص آپ سے کوئی ضرورت کی چیز مانگتا تو آپ اس کی ضرورت پوری فرما دیتے اور اگر ضرورت پوری نہ فرما سکتے تو نرمی کے ساتھ جواب دے دیتے۔

آپ کی خوش اخلاقی تمام لوگوں کے لیے عام تھی۔ آپ شفقت فرمانے میں تمام لوگوں کے لیے بمنزلہ باپ کے تھے اور تمام لوگ حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس علم وحیا اور صبر وامانت والی ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس میں آواز بلند نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی کی ہتک عزت ہوتی تھی۔ اس مجلس میں اگر کسی سے لغزش ہو جاتی تو اس کی تشہیر نہ کی جاتی تھی۔ سب کو برابر حیثیت دی جاتی تھی۔ ایک دوسرے پر فضیلت محض تقوی اور دین کی بنیاد پر ہوتی تھی۔

ہر شخص دوسرے کے ساتھ عاجزی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ بڑوں کا احترام

کرتے تھے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے، ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے تھے (یعنی ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے) اور مسافر آدمی کا بڑا ہی خیال کرتے تھے۔

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ انہیں اللہ کا بیٹا بنادیا) میں تو اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے مجھے اس کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ حضرت مجھے آپ سے تنہائی میں بات کرنی ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں کسی سڑک کے کنارے پر بیٹھ جاؤ میں وہیں آکر تمہاری بات سن لیتا ہوں۔

زبدۃ:

یہ عورت کچھ بے عقل سی تھی اس کے باوجود حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات توجہ سے سنی۔ سڑک کے کنارے اس لیے بیٹھنے کا فرمایا کہ عورت کے ساتھ تنہائی نہ ہو اور چونکہ ایسی عورتوں کو زنانہ مکان پر بلانے میں گھر کی عورتوں کو پریشانی ہوتی ہے اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر سڑک پر ہی اس کی بات سن لی۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی بیمار پرسی فرماتے، جنازے میں تشریف لے جاتے، گدھے پر بھی سوار ہو جاتے اور غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرمالیتے تھے۔ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن آپ گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی اور اس کا

پالان بھی کھجور کے پتوں ہی کا تھا۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانی چربی کی دعوت دی جاتی تو آپ اس کو بھی قبول فرما لیتے تھے۔ آپ کی ایک زِرہ بطور رہن ایک یہودی کے پاس رکھی تھی مگر آپ کے پاس اخیر عمر تک اس زرہ کو چھڑانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر بکری کا ایک پایا بھی میری طرف ہدیہ کیا جائے تو میں اس کو بھی قبول کروں گا اور اگر اس کے کھانے کے لیے مجھے دعوت دی جائے تو بھی قبول کروں گا۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں حج مبارک فرمایا کہ آپ ایک پرانے پالان پر سوار تھے جس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو (ہمارے خیال میں) چار درہم کا بھی نہیں ہو گا۔ اس وقت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا دے جس میں نہ ریا ہو اور نہ ہی شہرت ہو۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے، بکری کا دودھ بھی خود ہی دوہ لیتے تھے اور اپنے کام بھی خود ہی کیا کرتے تھے۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کپڑوں میں جوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جوں تو میل کچیل اور پسینہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور حضرت پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر میل کچیل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پسینہ مبارک تو گلاب سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ گلاب جیسے پسینہ کے ساتھ جوں کا کوئی جوڑ نہیں ہے تو پھر جوں تلاش کرنے کا کیا مطلب ہے؟

محدثین فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس غرض سے تلاش فرماتے تھے کہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے کے کپڑے سے آپ کے کپڑے پر چڑھ گئی ہو۔ بعض محدثین اس سے بھی عمدہ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ امت کی تعلیم کی غرض سے تھا کہ جہاں صفائی اتنی کہ طہارت کو بھی رشک آئے جب وہ اس قدر صفائی کا اہتمام فرماتے ہیں تو امتی کو خود ہی خیال کرنا چاہیے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس دنیا میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی مگر اس کے باوجود وہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس وجہ سے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔

زبدۃ:

کسی شخص کی آمد پر کھڑے ہونے میں بہت سی احادیث میں ممانعت بھی آئی ہے اور بہت سی احادیث سے اجازت بھی ثابت ہے۔ خود حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد پر کھڑے ہوتے، پیار دیتے اور اپنے پاس بٹھاتے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو انہیں دیکھ کر بھی آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی آپ کی تعظیم میں کھڑا ہونا ثابت ہے۔

لہٰذا صاحبِ علم و فضل یا صاحبِ محبت کی آمد پر کھڑا ہونا جائز ہے بشرطیکہ اس سے آنے والے کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا خدشہ نہ ہو وگرنہ جائز نہیں اور خود

اس بات کا خواہش مند ہونا کہ لوگ میری آمد پر کھڑے ہوں یہ تو بالکل ہی جائز نہیں۔ ایسی خواہش پر حدیث مبارک میں جہنم کی وعید آئی ہے اور اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اپنے ماتحتوں کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ آمد پر کھڑے ہوں، بات کھڑے ہو کر کریں اور جب تک بالا شخص بیٹھا ہو وہ کھڑے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس مرض سے محفوظ رکھے۔

حدیث: حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام رکھا۔ مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت پیار فرماتے تھے۔ ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ مبارک بھی پھیرتے تھے۔ گود میں اٹھاتے تھے۔ بعض اوقات بچے آپ کی گود میں پیشاب بھی کر دیتے تھے مگر آپ نے کبھی برا نہیں منایا بلکہ پانی منگوا کر تہبند کو دھو دیا۔ یہ آپ کی تواضع اور انکساری کی دلیل اور بچوں کے ساتھ نہایت محبت کی علامت ہے۔

اس حدیث سے نو مولود بچوں کو بزرگوں کی خدمت میں لے جانے، نام تجویز کرانے اور برکت کی دعا کرانے کا جواز ملتا ہے۔

زبدۃ:

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ میل جول میں اپنی برتری اور تشخص کو پسند نہ فرماتے تھے، بچوں کے ساتھ شفقت فرماتے، اپنے ساتھیوں کی خبر گیری کرتے، گھر والوں کا خیال رکھتے اور اپنے کام خود فرماتے تھے۔ غلاموں تک کی معمولی سی دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ گدھے پر

سواری کرتے، بیمار پرسی فرماتے، جنازے میں شرکت فرماتے حتیٰ کہ کم عقل عورتوں کی بات کو سنتے۔ ہر آدمی کی ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام فرماتے، معمولی قسم کا لباس استعمال فرماتے مگر باوجود اس کے اپنی توصیف اور اپنی تعریف کبھی بھی پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ عاجزی اور تواضع ہی پسند فرماتے تھے۔

حضرات اکابرین فرماتے ہیں کہ کسی شخص میں تواضع اور عاجزی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدا ہوتی ہے اور جس قدر حق تعالیٰ شانہ کی معرفت بڑھتی ہے تو عاجزی اور انکساری بھی بڑھتی ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق تعالیٰ شانہ کی معرفت اور کس کو حاصل ہو سکتی ہے؟! اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں تواضع اور عاجزی بھی سب سے زیادہ تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَدَمْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے مگر (ان دس سالوں میں) آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کام کے کرنے پر فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں کیا؟" اور نہ ہی کسی کام کے چھوڑنے پر فرمایا کہ "یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا؟" حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے اخلاق میں بہتر تھے۔ میں نے کبھی کوئی پشم، خالص ریشم یا اور کوئی نرم چیز حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں دیکھی اور نہ ہی میں نے کبھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ مشک یا کسی اور عطر کو خوشبو دار پایا۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے، نہ ہی بتکلف فحش بات فرماتے تھے اور نہ

ہی بازار میں شور و غل کرنے والے تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ نہ کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنی ذات کے لیے) کسی سے ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں میں سے کسی کی ہتک ہو جاتی تو آپ سب سے زیادہ غصے والے ہوتے تھے۔ اگر آپ کو کبھی دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان ہی کو اختیار فرماتے جب تک کہ اس میں کوئی گناہ کا کوئی عنصر نہ پایا جائے۔

زبدۃ: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم دین اور عبادت کے معاملہ میں بڑی مشقت برداشت فرماتے تھے۔ آسانی کا راستہ اختیار فرمانا امت پر شفقت اور مہربانی کی وجہ سے تھا۔ خود حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُیَسِّرًا.

اللہ تعالیٰ نے مجھے آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔ پھر اس کو خدمت میں حاضری کی اجازت دے دی۔ اس کے اندر آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کے ساتھ بڑی نرم گفتگو فرمائی۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا: حضرت! پہلے تو آپ نے اس شخص کے بارے میں وہ کچھ فرمایا تھا مگر جب یہ اندر آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو فرمائی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جس کو لوگوں نے اس کی بد کلامی سے بچنے کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو۔

زبدۃ:

اس شخص کا نام عیینہ تھا۔ یہ اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ یہ احمق اور کھلا فاسق تھا، دل سے ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوا تھا۔

کسی شخص کی برائی اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی کا شکار نہ ہو جائیں، کسی نقصان میں مبتلا نہ ہو جائیں، اسی طرح جو شخص کھلم کھلا فاسق ہو اس کی برائی بیان کرنا یہ غیبت میں داخل نہیں ہے۔ یہ چونکہ منافق بھی تھا اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے بارے میں اطلاع فرمادی کہ کہیں ان کے سامنے کوئی ایسی راز کی بات اس کو مخلص مسلمان سمجھ کر نہ کر دیں جو کہ مسلمانوں اور اسلام کے لیے نقصان کا باعث ہو۔ آپ نے اس سے جو نرم لہجہ میں گفتگو فرمائی تو یہ آپ کے اخلاق کا حصہ ہے۔

حدیث: حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم مجلس ساتھیوں کے ساتھ کیسا طرز عمل تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ ہمیشہ خندہ پیشانی، نرم اخلاق اور نرم پہلو والے تھے۔ آپ نہ تو سخت گو تھے، نہ ہی سخت دل تھے، آپ نہ تو چلا کر بولتے کہ شور ہو، نہ ہی فحش بات کرتے، نہ ہی کسی کی عیب جوئی فرماتے اور نہ ہی بخل فرماتے تھے۔ اپنی ناپسند بات سے اعراض فرماتے تھے (یعنی ادھر توجہ ہی نہ فرماتے) دوسروں

کی اگر کوئی چیز آپ کو ناپسند ہوتی تو نہ اس کو مایوس فرماتے اور نہ ہی ان سے وعدہ فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو تین چیزوں سے روک رکھا تھا: جھگڑا، تکبر اور لایعنی و فضول باتوں سے اور لوگوں سے خود کو بھی تین ہی چیزوں کو روک رکھا تھا: نہ کسی کی مذمت فرماتے، نہ کسی پر عیب لگاتے اور نہ ہی کسی کے عیب کو تلاش فرماتے تھے۔ آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو کہ اجر و ثواب کا سبب ہو۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے صحابہ گردنیں نیچی کرلیتے (اور اس طرح خاموش ہو جاتے) کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں اور جب آپ خاموش ہوتے تو وہ بات کرتے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آپ کی موجودگی میں کسی بات پر جھگڑا نہ کرتے تھے۔ جب آپ سے کوئی بات کرتا تو باقی خاموش رہتے جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کرلیتا۔ ہر شخص کی بات ایسے ہوتی جیسے یہ پہلے شخص کی بات ہے (یعنی ایسا نہ ہوتا تھا کہ ابتداء میں بڑی توجہ ہو اور بعد میں لوگ اکتا جائیں) جب آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کسی بات پر ہنستے تو آپ بھی ہنستے، جب وہ کسی بات پر تعجب کرتے تو آپ بھی تعجب فرماتے۔

اجنبی اور مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بدتمیزی کی بات پر بھی صبر فرماتے تھے اور کوئی گرفت نہ فرماتے تھے (کیونکہ مسافر لوگ ہر قسم کے سوالات بلا جھجک کر لیتے تھے) صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کو آپ کی مجلس میں پہنچا دیتے (جس سے یہ لوگ ہر قسم کے سوالات کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس سے خوب فائدہ پہنچتا) آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تاکید فرماتے تھے کہ جب کسی حاجت مند کو دیکھو تو اس کی مدد کیا کرو۔ آپ اپنی تعریف کو گوارا نہ فرماتے تھے، البتہ اگر کوئی شخص بطورِ شکریہ کے آپ کی تعریف کرتا تو آپ خاموشی اختیار فرماتے (کیونکہ احسان کا بدلہ شکر کرنا اس شخص پہ ضروری تھا اور وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے) آپ کسی کی بات کو

کاٹتے نہ تھے، البتہ اگر وہ شخص حد سے تجاوز کرنے لگتا تو آپ منع فرمادیتے یا پھر اٹھ کر تشریف لے جاتے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

زبدۃ:

اگر چیز موجود ہوتی تو عطا فرمادیتے ورنہ دوسرے وقت کا فرمادیتے یا پھر اس کے حق میں دعا فرمادیتے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو کسی اور طریقے سے عطا فرمادیں اور کبھی فرماتے کہ میری طرف سے کسی سے قرض لے لو، میں بعد میں ادا کر دوں گا۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز کے لیے کسی بھی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہ رکھتے تھے۔

زبدۃ:

یہ اعلیٰ درجہ کا توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی دے گا مگر یہ اپنی ذات کے لیے تھا ورنہ اپنی بیویوں کو ان کا نفقہ ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ ان کی مرضی رکھیں، ان کی مرضی تقسیم کر دیں مگر وہ بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تھیں، کہاں رکھتی تھیں!

حدیث:

حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

زبدۃ:

یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ درجہ کا کمال تھا کہ آپ ہدیہ بھی

قبول فرما لیتے کہ ہدیہ دینے والے کی دلداری ہو جائے اور اس کی دل شکنی نہ ہو، پھر اس کو بدلہ بھی دیتے تاکہ ظاہری طور پر بھی اس کا نقصان نہ ہو، گو کہ باطنی اور روحانی طور پر تو نقصان کا تصور بھی نہیں ہے بلکہ بعض روایات میں ہے:

يُثِيبُ خَيْرًا مِنْهَا .

کہ آپ ہدیہ سے بھی بہتر اور بڑھ کر بدلہ دیتے تھے۔

زبدۃ:

اس کتاب کے شروع میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مبارک شکل وصورت کا بیان تھا اور اس باب میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اور روحانی کمالات کا ذکر ہے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق تو ضرب المثل ہیں، اپنے کیا غیر بھی، دوست کیا دشمن بھی تعریف کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

یہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ تھا کہ آپ باوجود ہر وقت فکرِ آخرت میں مستغرق رہنے کے اپنے ساتھیوں کی خاطر دنیا کی باتوں کا تذکرہ بھی فرماتے اور سخت غم زدہ ہونے کے باوجود ساتھیوں کی دل جوئی کے لیے مسکراتے اور ہنستے تھے۔ ہر کسی کی رعایت فرماتے۔ کبھی اپنے خادم تک کو نہ ڈانٹتے اور مارنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے تھے اور دوسروں کی سخت سے سخت بات برداشت فرماتے اور امت پر شفقت اور مہربانی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آسانی والا معاملہ ہی اختیار فرماتے۔ سخاوت ایسی تھی کہ کبھی انکار کی ہمت نہ ہوتی خواہ دوسرے کی حاجت پوری کرنے کے لیے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے اور توکل یہ کہ کل کی پرواہ نہیں اور معاملہ ایسا کہ ہدیہ کا بھی بدلہ بلکہ اصل سے بہتر دینے کا دل میں داعیہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائیں۔
آمین

بَابُ مَا جَاءَ فِي حَيَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حیامبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي عُتْبَةَ ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا ، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم حیاء میں پردہ دار کنواری لڑکی سے بھی زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ جب آپ کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ہم آپ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیتے تھے (یعنی آپ انتہائی شرم و حیاء کی وجہ سے ناپسندیدگی کا اظہار بھی نہ فرماتے تھے)

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے زندگی میں کبھی بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کو نہیں دیکھا۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہادرجہ کی حیاء تھی۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں اور عورتوں میں کنواری لڑکی اور کنواری لڑکیوں میں سے بھی پردہ کی پابند لڑکی کس قدر باحیاء ہوتی ہے، حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔

2: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویوں میں سے زیادہ محبوب بیوی تھیں مگر اس کے باوجود ان کی

حالت یہ ہے کہ زندگی بھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کو دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی تو دوسری بیویوں کے بارے میں اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ دراصل حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا عکس تھا۔ خود دوسری روایت میں ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نہ میں نے آپ کا ستر دیکھا اور نہ ہی آپ نے میرا ستر دیکھا۔

3: خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے ستر کو دیکھ سکتے ہیں، اس میں کوئی گناہ یا ناجائز بات نہیں ہے اور نہ ہی خلافِ شریعت یا خلافِ عقل ہے۔

4: حیاء کی کئی قسمیں ہیں مثلاً "حیاءِ کرم" یعنی شرافت اور کرم کی وجہ سے حیاء کرنا جسے ہم مروت بھی کہہ سکتے ہیں، "حیاءِ محبت" جو عاشق اپنے محبوب سے کرتا ہے اور اسی حیا کی وجہ سے دل کی بات بھی نہیں کہہ سکتا، "حیاءِ عبودیت" بندہ اپنے پروردگار کی بندگی اور عبادت کرے مگر بندگی اور عبادت میں اپنے آپ کو کوتاہ سمجھ کر مالک سے شرم اور حیا کرے کہ حقِ عبودیت ادا نہیں کرسکا، "حیاءِ نفس" انسان کوئی کام کرے اور اس میں کوئی نقص یا کمی رہ جائے تو اپنی ذات سے بھی شرم آنے لگے کہ ذرا سا کام بھی نہ کرسکے۔ کہتے ہیں کہ یہ قسم حیاء کی سب سے اعلیٰ ہے کیونکہ جو شخص اپنی ذات سے بھی شرماتا ہے، وہ دوسرے سے کس قدر شرمائے گا!!

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی شرم و حیا عطا فرمائے۔ آمین

بَابُ مَا جَاءَ فِي حِجَامَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگیاں لگوانے کے بیان میں

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، فَقَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طیبہ سے سینگیاں لگوائیں اور اس کو دو صاع کھانا دینے کا حکم فرمایا۔ آپ نے ان کے مالکوں سے ان کی سفارش کی تو انہوں نے اس کے ذمہ جو محصول تھا اس میں کمی کرا دی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سینگی لگوانا بہترین دوا ہے۔

زبدۃ:

1: اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱): ایک یہ کہ سینگی لگوانا جائز ہے۔

(۲): دوسرا یہ کہ سینگی میں خون چوسنا پڑتا ہے اور خون چوستے وقت حلق سے نیچے اتر جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے۔ احادیث میں بھی اسی بناء پر اس پیشہ کی مذمت آئی ہے مگر اس کے باوجود اس پیشہ پر اجرت اور مزدوری لینا جائز ہے جیسا کہ اسی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابو طیبہ کو

دو صاع اجرت عنایت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے حکم دیا کہ میں اس کی مزدوری ادا کروں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر سینگی پر اجرت حرام ہوتی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ادا فرماتے؟

2: ابوطیبہ عبد ماذون تھے۔ عبد ماذون اس غلام کو کہتے ہیں کہ جس کا مالک یہ کہہ دے کہ روزانہ تم کما کر اتنی رقم ہمیں دیا کرو، باقی زیادہ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ان کے مالک نے ان کا روزانہ کا محصول تین صاع مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش فرما کر ان کا محصول تین صاع یومیہ کے بجائے دو صاع کروا دیا۔ ایک صاع تقریباً چار سیر کا ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانب کی رگوں اور دو شانوں کے درمیان میں سینگی لگواتے تھے۔ آپ عموماً چاند کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی کا استعمال فرماتے تھے۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت کثرت سے سینگی استعمال فرماتے تھے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلا دیا تھا۔ آپ نے اگرچہ زہر والا گوشت سارا نہیں کھایا تھا مگر جو تھوڑی مقدار حلق میں اتر گئی تھی وہ خاص طور پر گرمی میں اپنا اثر دکھاتی تھی اور بدن کے جس حصہ میں زہر کے مادہ کا زور ہوتا تھا آپ اسی طرف سینگی لگواتے تھے۔

زبدۃ:

جب انسانی جسم کے کسی حصہ میں فاسد خون جمع ہو کر درد یا ورم کا سبب بن کر تکلیف دیتا ہے تو ایسے خون کو جسم کے تکلیف زدہ حصے سے یا تو بالکل باہر

نکال دیا جاتا ہے یا پھر اسے جسم کے دوسرے حصے کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ علاج کو سینگی لگوانا، حجامہ، پچھنے لگوانا یا فصد کھلوانا بھی کہتے ہیں۔

"سینگی" ایک سینگ نما آلہ ہوتا ہے جو کہ اندر سے خالی ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے جسم کے مطلوبہ حصہ سے خون کھینچ لیا جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں خون کا دباؤ جسم کے بیرونی حصہ کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا وہاں حجام استرے سے پچھنے (یعنی ٹک) لگا کر خون کو باہر نکال دیتا ہے، پھر اس جگہ پر سینگی لگا کر خون کو چوستا ہے جس سے گندا خون باہر نکل جاتا ہے اور مریض کو افاقہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خاص جگہ پر پچھنے نہیں لگائے جاتے بلکہ خاص سینگی لگا کر خون کو کھینچا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں فاسد خون درد یا ورم والی جگہ سے دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے اور مریض کو افاقہ ہو جاتا ہے۔

اب اس فن میں بھی بہت جدت آچکی ہے۔ مختلف مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں اور دنیا بھر میں یہ طریقہ علاج تیزی کے ساتھ مقبول ہو رہا ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسماء مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک محمد اور ایک احمد ہے اور میں ماحی ہوں، میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے سامنے قیامت کے دن جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات مدینہ منورہ کے ایک بازار میں ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں، احمد ہوں، نبی الرحمۃ، نبی التوبہ، مُقَفّٰی اور نبی الملاحم ہوں۔

زبدۃ:

(1): ”نبی الرحمۃ“ کا معنی یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

(2) ”نبی التوبۃ“ یعنی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ

نے جتنی مخلوق کی توبہ قبول کی ہے اتنی کسی اور نبی کی امت کی قبول نہیں کی۔

(3): ”اَلْمُقَفّٰی“ سب سے پیچھے آنے والا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب نبیوں کے بعد تشریف لائے تھے۔

(4): ”نَبِیُّ الْمَلَاحِم“ سخت جنگوں والا نبی۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود تقریباً ستائیس جنگوں میں شرکت فرمائی ہے۔ جس قدر جہاد آپ کی امت نے کیا ہے اور کسی امت نے نہیں کیا۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک بہت زیادہ ہیں۔ ہر نام کسی نہ کسی صفت کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی ایک روایت میں تمام ناموں کا یکجا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ نے آپ کے چار سو، علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے پانچ سو اور امام ابو بکر ابن العربی نے آپ کے ایک ہزار نام مبارک ذکر فرمائے ہیں۔

(جمع الوسائل مع الہامش: ج2 ص226)

بَابُ: مَا جَاءَ فِي عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گزراوقات کے بیان میں

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بَطْنَهُ.

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو! کیا تمہیں خورد ونوش کی ہر وہ چیز میسر نہیں ہے جس کی تم خواہش رکھتے ہو؟ حالانکہ میں نے تو تمہارے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے پاس تو اتنی ردی کھجوریں بھی نہیں ہوتی تھیں جن سے پیٹ بھر سکیں۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے وہ ہیں کہ ایک ایک مہینہ تک چولھے میں آگ نہ جلتی تھی بلکہ ہمارا گزارا صرف پانی اور کھجوروں سے ہوتا تھا۔

زبدۃ:

آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں پکانے کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ کھجوروں کے ساتھ پانی کا تذکرہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے بھی فرمایا ہو کہ صرف کھجوریں بھی اتنی نہ ہوتی تھیں کہ ان سے پیٹ بھر جاتا۔

حدیث: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے دکھائے

کہ ہر شخص کے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا اٹھایا تو وہاں دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

زبدۃ:

یہ واقعہ غزوہ خندق کا ہے جب دشمن نے مدینہ کو گھیر لیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کے باہر خندق کھودنا شروع کر دی تھی۔ اس وقت کا یہ عالم تھا جس کا ذکر حدیث بالا میں ہوا تھا۔ مگر اس روایت میں بظاہر ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز بغیر سحری وافطاری کے روزے رکھتے تھے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس طرح روزے رکھنے شروع کیے تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور فرمایا: تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ مجھے تو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو کھلاتا اور پلاتا ہے تو پھر پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھنے کا کیا مطلب؟ محدثین فرماتے ہیں کہ بھوک پیاس نہ لگنے کی صفت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اختیاری تھی۔ آپ جب چاہتے اس سے فائدہ اٹھالیتے تھے اور مسلسل روزے رکھتے مگر اس موقع پر آپ نے اس مخصوص صفت سے فائدہ نہ اٹھایا تو بھوک پیاس کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے۔

اس خصوصیت سے فائدہ اس وجہ سے نہ اٹھایا کہ امت کو تعلیم ہو اور امت کے سامنے نمونہ پیش ہو سکے اور اس وجہ سے بھی کہ آپ کے ساتھی بھوک وپیاس میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ شریک پاکر گھبرائیں نہیں بلکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔

زبدۃ:

اہلِ مدینہ کی عادت تھی کہ بھوک کی شدت کے وقت پیٹ پر پتھر باندھ

لیتے تھے تاکہ اس کی سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں کمزوری نہ ہو۔ کیونکہ پیٹ کے خالی ہونے کی صورت میں پیٹ کو کسی کپڑے سے باندھ لینے کی وجہ سے ضعف اور بے چینی میں افاقہ ہوتا ہے۔ نیر خالی پیٹ میں ہوا بھرنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ نیز پیٹ خالی ہونے کی صورت میں کمر جھک جاتی ہے اور کبڑا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں گھر سے باہر تشریف لائے جس وقت آپ عموماً گھر سے نہ نکلتے تھے اور نہ ہی اس دوران کوئی دوسرا شخص آپ سے ملاقات کے لیے آتا تھا۔ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابوبکر! آپ کیسے آئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کی غرض سے تاکہ آپ کے چہرہ انور کی زیارت کروں اور آپ کو سلام عرض کروں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ بھوک کی شدت نے باہر آنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھوک تو میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ پھر یہ تینوں حضرت ابو الھیثم بن التیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے باغ پر تشریف لے گئے۔ یہ صحابی اہلِ ثروت لوگوں میں سے تھے۔ ان کا کھجوروں کا بڑا باغ تھا اور بکریاں بھی بہت زیادہ تھیں مگر ان کے پاس خادم کوئی نہ تھا اس لیے گھر کا کام خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ جب یہ حضرات ان کے گھر پہنچے تو پتا چلا کہ وہ تو گھر والوں کے لیے میٹھا پانی لینے کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت ابوالہیثم بھی مشکیزہ کو بڑی مشکل سے اٹھائے ہوئے واپس آ گئے اور عرض کرنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ پھر اپنے مہمانوں کو اپنے باغ میں

لے گئے۔ ان کے لیے چٹائی بچھائی اور کھجور کے درخت سے ایک خوشہ توڑ کر لے آئے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے پکے پکے دانے چھانٹ کر لے آتے، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں یہ ساری اس لیے لایا ہوں کہ آپ اپنی پسند کے دانے پکے ہوئے یا جو پکنے کے قریب ہوں چھانٹ کر لے لیں۔ چنانچہ مہمانوں نے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ پھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ پکی ہوئی کھجوریں، ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈا سایہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا۔ پھر حضرت ابوالہیثم اٹھے کہ مہمانوں کے لیے کھانا تیار کریں تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دودھ دینے والا جانور ذبح نہ کرنا۔ لہٰذا انہوں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور کھانا تیار کر کے لے آئے۔ ان حضرات نے کھانا کھایا۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی خادم بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس قیدی غلام آئیں تو تم بھی ہمارے پاس آنا۔ اتفاقاً ایک جگہ سے دو غلام آگئے تو حضرت ابوالہیثم بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے جس غلام کو چاہو منتخب کرلو۔ انہوں نے عرض کیا: حضرت آپ ہی میرے لیے منتخب فرمادیں۔ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے، اس لیے میں بھی امین ہونے کی حیثیت سے فلاں غلام کو پسند کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہے لیکن میں تمہیں اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر ابوالہیثم اپنے غلام کو لے کر آئے اور اپنی بیوی سے سارا واقعہ بیان کیا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی سنایا تو ان کی بیوی نے کہا: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا حق تم ادا نہ کر سکو گے، اس لیے

بہتر یہی ہے کہ تم اس کو آزاد ہی کر دو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔ پھر جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جاں نثار صحابی کے واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور اس کے جانشین کو دو باطنی مشیر بھی دیتے ہیں، ایک ان میں سے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے جبکہ دوسرا مشیر اس میں خرابی پیدا کرنے میں کسر نہیں چھوڑتا، جو شخص برے مشیر سے بچا لیا گیا وہ حقیقت میں برائی سے محفوظ ہو گیا۔

زبدۃ:

1: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ہی وقت میں گھر سے باہر تشریف لانا اور وجہ کا بھی تینوں میں ایک ہی ہونا یہ آپس کے شدید قلبی تعلق کی علامت ہے۔ کہتے ہیں:

دل را بدل راہے است

[ترجمہ: دل کو دل سے تعلق ہوتا ہے]

2: حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں ہر قسم کی پکی ہوئی اور پکنے کے قریب کھجوریں پیش کرنا یہ علامت ہے حضرت کے ساتھ شدید محبت کی کہ یہ حضرت ہر قسم کی پسند کریں اور تناول فرمائیں کیونکہ ہر شخص کی اپنی پسند ہوتی ہے، کوئی پکی کھجوریں اور کوئی پکنے کے قریب کھجوروں کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

3: تنگدستی کے زمانہ میں کھجوریں، ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈا سایہ ملنے پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ "ان نعمتوں کے بارے میں بھی تم سے قیامت کے دن سوال ہو گا" بڑا ہی قابلِ غور اور توجہ طلب مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور تیاری کی توفیق دیں۔ ہم تو ہر وقت آسودہ حال ہونے کے

باوجود جس طرح نعمتوں کا استعمال کرتے بلکہ ضائع کرتے ہیں بس اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اپنی جناب کے فضل وکرم سے آخرت کے سوال وجواب اور حساب وکتاب سے بچاکر اپنے عذاب سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

4: حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی ماشاءاللہ کیا بہترین مشیر ثابت ہوئیں کہ اپنی مشقت کی ذرا پروانہ کی بلکہ خاوند کو فوراً غلام آزاد کرنے کا مشورہ دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اتباع نصیب فرمائیں اور ہر مسلمان کو ایسی بیوی عنایت فرمائیں۔

حدیث: ایک لمبی حدیث ہے جس میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا جملہ بھی ہے کہ لوگو! میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ میں ان سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جو اس وقت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس وقت ہمارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی سوائے درختوں کے پتوں کے جن کو کھانے سے ہمارے جبڑے زخمی ہوگئے تھے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وقت اللہ کے راستے میں خوفزدہ کیا گیا جب کہ میرے ساتھ اور کوئی نہ تھا، اور مجھے اللہ کی خاطر اس وقت ایذاء پہنچائی گئی جس وقت کسی بھی دوسرے شخص کو تکلیف نہیں پہنچائی گئی، اور مجھ پر تیس دن اور رات ایسے گزرے ہیں کہ ان میں میرے اور بلال کے لیے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی زندہ مخلوق کھاسکے سوائے اس چیز کے جو بلال کی بغل میں رکھی ہوئی تھی۔

زبدۃ:

یہ واقعہ مکی زندگی کے تبلیغی سفر کا ہے جس میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم کے ہمراہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ خوف اور تکلیف دینے دلانے کا مطلب یہ ہے کہ بیت اللہ اور چار محترم مہینوں؛ رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کا مشرکین مکہ بھی احترام کرتے تھے، اپنے قاتل تک کو کچھ نہ کہتے تھے مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو محترم مقام بیت اللہ اور محترم مہینوں میں بھی مشرکین ستانے سے باز نہ آئے تھے اور پھر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تنہا تھے، کیونکہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب لوگ زیادہ ہوں تو مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکی زندگی کا دور نہایت تنگی میں گزرا۔ اشاعت دین کے لیے آپ کو بہت تکلیفیں اٹھانا پڑیں اور گزر اوقات کے وسائل بھی بالکل نہ تھے مگر مدنی زندگی میں جب کہ اشاعتِ دین کا کام بھی چل نکلا، اسلامی ریاست بھی قائم ہوگئی اور مسلمانوں کی حالت بھی بہت بہتر ہوگئی تو فتوحات شروع ہوگئیں اور غنیمت کا مال بھی شروع ہوگیا مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا گزران یکساں رہا اور آخر عمر تک اس میں فرق نہ آیا۔

بلکہ آپ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا: اگر کہو تو میں تمہاری مکے کی زمین کو سونے کا بنادوں مگر میں نے عرض کیا کہ یااللہ! نہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کے کھاؤں تاکہ تیرا شکر ادا کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تیرے سامنے عاجزی کروں۔ گویا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ اختیاری تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل نصیب فرمائے۔ آمین

بَابُ: مَا جَاءَ فِي سِنِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا ، وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک رہے۔ اس دوران آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، اس کے بعد دس سال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایااور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہی ہوئی ہے مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، پھر دس سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، حالانکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔

اس کی وجہ محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، پھر تین سال بعد رسالت ملی، اس کے بعد دس سال مکہ مکرمہ میں رہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبوت اور رسالت کے درمیان کے

تین سال شمار نہیں فرمائے۔

باقی جن روایات میں اس تفصیل کے بغیر ویسے ہی آتا ہے کہ آپ کی عمر مبارک ساٹھ برس تھی تو اس کی وجہ یہ ہے عرب عام طور پر اعداد میں صرف دہائیاں شمار کرتے ہیں اور کسر کو چھوڑ دیتے ہیں، اس لیے ان روایات میں آپ کی عمر مبارک ساٹھ سال مذکور ہے۔

بعض روایات میں مثلاً حضرت دغفل بن حنظلہ اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی ہی ایک روایت میں آپ کی عمر مبارک کے پینسٹھ سال ہونے کا ذکر ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ولادت اور وفات والے سال کو مستقل شمار کیا گیا ہے، تو اس حساب سے پینسٹھ سال عمر مبارک ہوئی۔

اس لحاظ سے آپ کی عمر مبارک پر ساٹھ سال یا پینسٹھ سال کا اطلاق مجازاً ہے، فی الحقیقت عمر مبارک تریسٹھ سال ہی تھی۔ گویا سب روایات کا حاصل ایک ہی ہے۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشْفُ السِّتَارَةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، فَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ أَنِ اثْبُتُوا، وَأَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَأَلْقَى السِّجْفَ، وَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے جس وقت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار نصیب ہوا یہ وہ وقت تھا جب آپ نے پیر کے دن گھر کا پردہ اٹھایا۔ میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو وہ قرآن کریم کے نورانی ورق کی طرح چمک رہا تھا۔ لوگ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے (آپ کو دیکھ کر لوگ پیچھے ہٹنے لگے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنی جگہ کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا پھر آپ نے پردہ گرا دیا۔ اسی دن کے آخری حصے میں آپ کا وصال مبارک ہو گیا۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ پر سہارا دیا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کے لیے طشت منگوایا، اس میں پیشاب مبارک فرمایا اور اس کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پیالے میں اپنے ہاتھ مبارک ڈالتے اور چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے اور ساتھ یہ دعا بھی فرماتے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔

زبدۃ:

جب کوئی تکلیف آتی ہے تو اکثر لوگ بھٹک جاتے ہیں، تکلیف کا رونا روتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس مشکل وقت میں اللہ کے نبی نے یہ دعا مانگ کر امت کو تعلیم دی ہے کہ موت کے مشکل اور سخت ترین وقت میں بھی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا چاہیے اور کسی کی طرف دھیان نہ دینا چاہیے۔

حدیث: حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ موت کے وقت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سختی تھی اس کو دیکھ کر اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔

حدیث: حضرت ابن عباس اور حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تشریف لائے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔

زبدۃ:

یہ بوسہ دینا برکت حاصل کرنے کے لیے تھا یا یہ الوداعی بوسہ تھا کہ آپ اپنے محبوب کو رخصت کر رہے تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اپنے کسی عزیز کو وفات کے بعد بوسہ دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے کیونکہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ

وسلم نے بھی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد بوسہ دیا تھا۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس روز ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو مدینہ منورہ کی ہر چیز تاریک نظر آنے لگی۔ ہم نے ابھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے بعد قبر کی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تبدیلی محسوس کی۔

زبدۃ:

دلوں میں تبدیلی محسوس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے جو فیض حاصل ہو رہا تھا وہ ختم ہو گیا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے جو روحانی ترقی اور انوار حاصل ہو رہے تھے وہ ختم ہو گئے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ جو کیفیت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تھی وہ کہاں باقی رہ سکتی ہے؟!

حدیث: حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت کے دوران آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر جب کچھ افاقہ ہوا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال کو کہو کہ اذان کہے اور ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس کے بعد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر کچھ افاقہ ہوا تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کو کہو اذان دے اور ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

میرے والد ابو بکر بڑے نرم دل ہیں، وہ جب اس مصلے پر کھڑے ہوں گے تو روپڑیں گے اور نماز نہ پڑھاسکیں گے، لہٰذا آپ کسی دوسرے آدمی کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔ اس کے بعد آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: بلال کو کہو کہ اذان دیں اور ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی عورتوں کی طرح ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے جب کچھ ہلکا پن محسوس کیا تو فرمایا: دیکھو مجھے سہارا دے کر کوئی مسجد تک لے جانے والا ہے؟ چنانچہ حضرت بریرہ باندی اور ایک دوسرا شخص آیا اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے کندھوں کا سہارا لیا اور مسجد تک تشریف لے گئے۔ پھر جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل فرمائی اور اسی روز حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے میں اپنی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگ اُمّی تھے، اس سے پہلے ان میں کوئی نبی نہیں آیا تھا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر سب خاموش ہوگئے۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ اے سالم! جاؤ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے آؤ۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا دہشت کے عالم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت آپ مسجد میں تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر پوچھا: کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا

ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو۔ چنانچہ میں بھی ان کے ہمراہ چل دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو لوگ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جمع تھے۔ آپ نے فرمایا: لوگو مجھے راستہ دو۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو راستہ دے دیا۔ آپ آئے اور حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر گہری نظر ڈال کر آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا، آپ کو چھوا اور یہ آیت پڑھی:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۔ [سورۃ الزمر:30]

آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ لوگ سمجھ گئے اور ان کو یقین ہو گیا۔ پھر لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! کیا ہم حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بھی پڑھیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ لوگوں نے پوچھا: جنازہ کس طرح پڑھیں؟ آپ نے جواب دیا: ایک جماعت حجرہ کے اندر جائے، وہ تکبیر کہے اور دعا کرے اور حضرت پاک صلی للہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر باہر آجائے، پھر دوسری جماعت حجرہ مبارک میں داخل ہو تکبیر کہے، درود پڑھے اور دعا کر کے باہر آجائے، اسی طرح سب لوگ نماز جنازہ پڑھیں۔ پھر لوگوں نے پوچھا: اے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! کیا حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن بھی کیا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ لوگوں نے پوچھا: کس جگہ دفن کیا جائے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کو اسی جگہ دفن کیا جائے گا جس جگہ آپ فوت ہوئے، اس لیے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اللہ تعالیٰ

نے اسی جگہ پر قبض فرمائی ہے جو جگہ اللہ کو پسند ہے۔ صحابہ کو ہر ہر بات پر یقین ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام امور میں ٹھیک راہنمائی فرمائی ہے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو حکم دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کریں۔ مہاجرین آپس میں خلیفہ کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے تو انہوں نے (مہاجرین نے) کہا کہ اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں اور انہیں بھی اس معاملہ میں اپنے ساتھ شریک کریں۔ چنانچہ جب مشورہ ہوا تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہیے اور ایک امیر تم میں سے ہونا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: وہ کون شخص ہے کہ جس میں یہ تین فضیلتیں جمع ہیں:

(۱): جس کو قرآن نے "ثانی اثنین" کہا یعنی وہ غار میں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تنہائی کا ساتھی ہے۔

(۲): جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی اور رفیق فرمایا ہے۔

(۳): جس کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔

اے لوگو بتاؤ! وہ دونوں کون تھے جن دونوں کے بارے میں یہ آیتیں اتریں؟ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر دوسرے تمام لوگوں نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اپنی رضامندی اور رغبت کے ساتھ بیعت کر لی۔

زبدۃ:

اس حدیث میں اہم بات یہ ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تھا کہ میرے والد نرم دل ہیں اور وہ نماز نہ پڑھا سکیں گے، اس لیے کسی اور کو مصلے پر کھڑا فرمادیں۔ اس میں انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا تھا اور انہوں نے ان کی سفارش کر دی تھی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یوسف (علیہ السلام) والی عورتوں کی طرح ہو یعنی جس طرح زلیخا بے جا بات پر ضد کر رہی تھی، تم بھی بے جا بات پر ضد کرتی ہو، تمہیں چاہیے تھا کہ میری بات فوراً مان لیتیں۔

اور بعض نے فرمایا کہ یوسف والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جنہوں نے زلیخا کو طعنہ دیا تھا کہ تو ایک غلام لڑکے پر عاشق ہو گئی ہے تو زلیخا نے ان کی دعوت کی اور یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے آنے کا حکم دیا۔ ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ تو زلیخا کا مقصد ان عورتوں کی دعوت کرنا نہ تھا بلکہ مقصد یوسف علیہ السلام کو دکھانا تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو کہ تم ظاہراً روکتی ہو کہ ابو بکر نرم دل ہیں اور ان کی جگہ پر کسی اور کو مصلے پر کھڑا کر دوں مگر تمہارا مقصد کچھ اور ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میں بار بار اصرار کر رہی تھی کہ میرے باپ کو مصلے پر کھڑا نہ کریں کیونکہ وہ نرم دل آدمی ہیں، رونے لگ جائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں خیال کرتی تھی کہ لوگ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس شخص کو کبھی پسند نہ کریں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑا ہو۔ لوگ ایسے شخص کو منحوس سمجھیں گے۔

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اگرچہ ظاہر میں تو حضرت ام المؤمنین

(میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کی موافقت کر رہی تھیں مگر شاید دل میں یہ ہو کہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ادا کرنے کی سعادت مل جائے اور اپنے والد کی عظمت وبزرگی کا زیادہ خیال ہو تو اس طرح ان کو حضرت یوسف علیہ السلام والی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی۔

زبدۃ:

(1): حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ انہیں سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ زبان سے کچھ بول ہی نہ سکتے تھے۔ ایسے موقع پر جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنبھالا یہ ان کا کمال اور ان کی ہی خصوصیت ہے، اور کیوں نہ ہوتی؟ آخر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح جانشین، ہم راز اور ساتھی تھے۔

(2): یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی موت کا انکار کیوں کیا؟ اس کی بہترین توجیہ جو راقم کے ذہن میں آتی ہے جس میں حضرت عمر کی جلالت شان بھی ہے اور اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کی وضاحت بھی وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے آپ علیہ السلام کے جسد مبارک اور آنکھوں کو دیکھا تو فرمایا کہ وفات ہوگئی۔ حضرت عمر کی نگاہ حضور کے قلب اطہر پر تھی جس میں حیات کے اثرات تھے اس لیے فرمایا کہ آپ زندہ ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس عمر کے بارے پیغمبر نے فرمایا:

ان اللہ جعل الحق علیٰ لسان عمر وقلبہ

(ترمذی ج2 ص209 باب مناقب عمر)

کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل وزبان پر حق جاری کر دیا، عمر سوچتا بھی ٹھیک

ہے عمر بولتا بھی ٹھیک ہے، وہ عمر اس موقعے پر غلط بات کہے!۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس نظریہ پر مدلل بحث دیکھنے کے لیے قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "آب حیات" کا مطالعہ کریں۔

(3): عام مسلمانوں کی نماز جنازہ کا طریقہ تو معروف ہی ہے مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کا طریقہ بالکل مختلف ہے جس کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے۔ یہ طریقہ خود حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے سامنے ایک روز بیان فرمایا تھا جیسا کہ مستدرک حاکم اور مسند بزار میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے گھر والوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! موت تو ہر ذی روح کے لیے برحق ہے، جب آپ کی ذات مبارک پر یہ وقت آئے تو آپ کا جنازہ کون پڑھے گا؟ تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھے غسل دے کر تین سفید کپڑوں میں کفن پہنا دو تو مجھے چارپائی پر رکھ دینا اور تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر نکل جانا، سب سے پہلے میرا جنازہ مقرب فرشتے اپنے لاؤلشکر کے ساتھ پڑھیں گے یعنی جبرائیل، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنی اپنی جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھیں گے، پھر تم گروہ در گروہ کمرے میں داخل ہونا اور مجھ پر درود وسلام پڑھنا۔

(مستدرک الحاکم: ج3 ص608 رقم الحدیث 4455)

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق ایسے ہی ہوا۔ دس دس کے گروہ کمرے میں داخل ہوتے، آپ پر درود وسلام پڑھتے، پھر اسی طریقہ سے عورتوں نے، پھر بچوں نے پڑھا۔

حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت پاک صلی

اللہ علیہ وسلم موت کی سختی محسوس فرمارہے تھے تو آپ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے اباجی کی تکلیف! تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہیں رہے گی، آج تیرے باپ پر وہ بھاری چیز اتری ہے (یعنی موت) جو کہ قیامت کے دن تک کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑے گی۔

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دو بچے ذخیرہ آخرت بن گئے (یعنی بچپن میں ہی فوت ہوگئے) تو اللہ تعالیٰ ان کی بدولت ایسے شخص کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضرت! جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ آخرت بنا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا ایک بچہ ہی ذریعہ آخرت بنا ہو تو وہ بھی بخش دیا جائے گا۔ حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: جس کا ایک بچہ بھی ذریعہ آخرت نہ بنا (یعنی ایک بچہ بھی نابالغی میں فوت نہ ہوا) تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے میں ذخیرہ آخرت ہوں، اس لیے کہ میری وفات کا رنج اور صدمہ تو سب سے زیادہ ہو گا۔

زبدۃ:

ایک روایت میں ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے یعنی یہ سوچے کہ جب حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کو برداشت کر لیا تو باقی مصائب کی اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے؟

زبدۃ:

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی۔

اس روز حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ اس کے بعد حضرت ام المؤمنین (میری امی) میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن مرض میں شدت پیدا ہو گئی۔ اس حالت میں بھی حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم باری تقسیم فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت پیدا ہو گئی تو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر تمام بیویوں نے حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنے کا اختیار دے دیا تھا، اس لیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ یا چودہ ایام مرض کے گزارنے کے بعد پیر کو چاشت کے وقت ربیع الاول کے مہینے میں حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وصال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

بَابُ: مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث مبارک کے بیان میں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَخِي جُوَيْرِيَةَ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلاَحَهُ وَبَغْلَتَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین (میری امی) جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وراثت میں صرف کچھ ہتھیار، ایک خچر اور زمین ہی چھوڑی اور ان کو بھی صدقہ فرمادیا تھا۔

زبدۃ:

ان کے علاوہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کے کپڑوں کا بالکل ہی تھوڑی مقدار میں ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ آپ کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال میرے وارث ہوں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا: میں اپنے والد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث کیوں نہیں بنی؟ آپ نے جواب دیا: اس لیے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ جن کی کفالت حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ان کی کفالت میں بھی کروں گا اور جن لوگوں پر

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے میں بھی ان پر خرچ کروں گا۔

زبدۃ:

1: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ اس مسئلہ کا علم نہیں تھا اس لیے انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنے والد حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کیا تھا مگر جب ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصل مسئلہ سمجھا دیا تو پھر انہوں نے اس مسئلہ پر کبھی بات نہیں فرمائی بلکہ خاموش ہو گئیں، کوئی مطالبہ نہ کیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔

2: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسئلہ شرعیہ بیان فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے اہل وعیال وارث بنیں گے، اگرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی جو اپنا تھوڑا بہت سامان تھا بیت المال میں جمع فرما دیا تھا اور ان کا بھی کوئی وارث نہیں بنا۔

حدیث: حضرت ابو البختری فرماتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے پر بد نظمی کا اعتراض کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کو (جو اسوقت آپ کے پاس موجود تھے) قسم دلا کر پوچھا کہ تم نے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ نبی کا مال صدقہ ہوتا ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خود کھالیا یا اپنے اہل و عیال کو کھلا دیا، کیونکہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ اس حدیث میں طویل قصہ ہے۔

زبدۃ:

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ایک مشترکہ باغ اور زمین کے

متولی تھے اور دونوں کے مزاج مختلف تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت فیاض، سخی، زاہد اور متوکل تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز کے موافق جو آیا فوراً تقسیم کرا دینا چاہتے تھے مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ انتہائی منتظم مزاج اور دوراندیش تھے اور ہر مال کو نہایت احتیاط سے آہستہ آہستہ خرچ کرنے کے حق میں تھے اور ضرورت کے مواقع کے لیے ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے۔ تولیت مشترک ہونے کی وجہ سے کوئی کام کرنے سے پہلے دونوں کا متفق ہونا ضروری تھا۔ اس لیے اس جائیداد سے حاصل ہونے والی آمدنی میں دونوں حضرات کا اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ تو یہ دونوں خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تاکہ یہ روز کا جھگڑا ختم ہو جائے اور وہ ان کے درمیان اس زمین اور باغ کو تقسیم فرمادیں تاکہ ہر آدمی الگ حصہ کا متولی ہو اور اپنی مرضی کے مطابق آمدنی کو تقسیم کرسکے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو گواہ بناکر یہ ثابت فرمایا کہ نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اس لیے اس زمین کے تم وارث نہیں ہو۔

رہا مسئلہ تولیت کا کہ زمین اور باغ تقسیم کرکے دونوں کو الگ الگ حصہ کا متولی بنادیتے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی انکار فرمادیا۔ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ اگر میں نے آج صرف بطورِ متولی ہی تمہارے درمیان زمین اور باغات تقسیم کردیے تو ممکن ہے کہ کل تمہاری اولادیں اس کو وراثت سمجھ کر تقسیم کرنا شروع کردیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صاف صاف فرمایا کہ اگر تم دونوں حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے اسی طرح مشترکہ تولیت کو نبھاسکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں کسی دوسرے شخص کو اس کا متولی بنادیتا ہوں۔

حدیث:

حضرت ام المؤمنین (میری امی) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت پاک صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

زبدۃ:

اس بات پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں وراثت نہ تھی اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جس طرح حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت نہ تھی اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی وراثت نہ تھی۔ انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہ ہونے کی علماء کرام نے چند وجوہات تحریر فرمائی ہیں:

(۱): انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی ملکیت باقی رہتی ہے، اسی طرح ان کی بیویوں سے نکاح بھی جائز نہیں ہوتا۔

(۲): مزید یہ کہ نبی تو زندگی میں بھی کسی چیز کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتا بلکہ متولیانہ طور پر استعمال فرماتا ہے۔

(۳): نبی اپنی امت کے لیے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ لہذا اس کی وارث بھی صرف اس کی حقیقی اولاد ہی نہیں بلکہ پوری امت ہوتی ہے۔

(۴): نبی کی وراثت اس لیے بھی نہیں ہوتی کہ لوگ کہیں یہ گمان نہ کرنے لگیں کہ نبی بھی العیاذ باللہ عام دنیا داری کی طرح اپنی اولاد اور آئندہ نسلوں کے لیے مال جمع کر کے رکھتے تھے بلکہ نبی کی تو شان یہ ہے: ''لَا یَدَّخِرُ لِغَدٍ'' کہ نبی تو دوسرے دن کے لیے بھی کچھ باقی نہیں رکھتا چہ جائیکہ اولاد کے لیے جمع کرے۔

(۵): اگر نبی کی اولاد میں وراثت چلنے کا قانون ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی بد بخت جائیداد کے حصول کی غرض سے نبی کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا جو کہ اس کی دنیا و آخرت دونوں کو برباد کر دیتی۔

بَابُ: مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ

باب: حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بیان میں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل وصورت نہیں بنا سکتا۔

زبدۃ:

1: شیطان ہر شخص کی شکل وصورت اختیار کر کے لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے مگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لیے اگر کسی شخص کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یہی نظر آئے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی حلیہ مبارک ہے تو درست ہی ہے اور اگر کسی شخص کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا حلیہ مبارک نظر آئے جو کہ آپ کی شان کے لائق نہ ہو مثلاً رنگ سفید نہ ہو یا لباسِ غیر شرعی میں ہوں وغیرہ تو بھی وہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، یہ یقین رکھنا چاہیے۔

البتہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

مبارک کے نا مناسب شکل و صورت میں دیکھنا یا تو بعض تاریخی حالات کی طرف اشارہ ہوتا ہے یا پھر خواب دیکھنے والے آدمی میں کوئی نقص ہوتا ہے جو کہ اصلاح طلب ہوتا ہے۔ لہذا اس کو اپنے حالات پر غور کر کے اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آفتاب کو دیکھا جائے اور دیکھنے والوں نے مختلف رنگ کے چشمے لگا رکھے ہوں تو جیسا رنگ چشمہ کا ہو گا وہی رنگ دیکھنے والے کو آفتاب کا نظر آئے گا حالانکہ آفتاب کا رنگ تو ایک ہی ہے۔

2: اسی طرح حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف لوگوں کا ایک ہی وقت میں دیکھنا اس طرح ممکن ہے کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی جگہ پر تشریف فرما ہیں اور درمیان سے سارے حجاب ختم ہو جائیں جس طرح کہ سورج کو دنیا بھر کے لوگ دیکھتے ہیں۔

3: اسی طرح بعض لوگوں کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعینہ ذات مبارک کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور بعض لوگوں کو حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کی زیارت ہوتی ہے جیسے کہ آئینہ میں کسی کے جسم مبارک کی صورت دیکھی جاتی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَقَالَ: وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے میری ہی زیارت کی کیونکہ شیطان

میری شکل وصورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہوتا ہے۔

زبدۃ:

1: حضرت ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علمِ نبوت کا ایک جزء فرمایا ہے اور علوم نبوی انبیاء علیہم السلام ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، اس لیے اس کو بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی مخصوص سمجھنا چاہیے۔ ہمارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ مبارک اور اچھا خواب ایک بہت بڑی بشارت ہے جو نبوت کے اجزء میں سے ایک جزء ہے۔

باقی چونکہ نبوت کے چھیالیس اجزاء نبی ہی کو صحیح طور پر معلوم ہیں، اس لیے اس ایک جزء کو بھی وہی صحیح طور پر معلوم فرماسکتے ہیں۔

2: اھل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک خواب وہ تصورات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ڈال دیتے ہیں، کبھی تو فرشتہ کے واسطہ سے اور کبھی شیطان کے واسطہ سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

(۱): رحمانی خواب: یہ وہ تصورات ہیں جو اللہ تعالیٰ اس فرشتے کے واسطہ سے بندہ کے دل میں ڈال دیتے ہیں جو فرشتہ اس پر مقرر ہے۔

(۲): شیطانی خواب: یہ وہ تصورات ہیں کہ شیطان کے اثر اور تصرف سے بندہ دیکھتا ہے۔

(۳): نفسانی خواب: یہ وہ خیالات اور تصورات ہیں جو جاگتے میں انسان کے دل پر گزرتے ہیں یا جو جسمانی تقاضے ہوتے ہیں وہی سوتے میں بھی نظر آتے ہیں۔

حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے؛ ایک رویا صالحہ یعنی مبارک خواب، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتا

ہے، دوسرا ڈراؤنا خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے، تیسرا وہ خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وسوسے ہوتے ہیں۔

زبدۃ:

خواب ہر کسی کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیے حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا تُحَدِّثْ بِهَا اِلَّا لَبِيْبًا اَوْ حَبِيْبًا.

اپنے خواب کا ذکر کسی عقلمند یا مخلص دوست کے سامنے ہی کرو کیونکہ ہر ایک کے سامنے خواب کا ذکر آدمی کو پریشانی میں مبتلا کر سکتا ہے۔

خواب کا نتیجہ کبھی تو جلدی نکل آتا ہے اور کبھی دیر سے نکلتا ہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب چالیس سال بعد شرمندہ تعبیر ہوا۔

خاتمۃ الکتاب

حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب شمائل ترمذی کے اختتام پر دو باتیں نہایت ہی قیمتی ذکر فرمائی ہیں۔ بندہ بھی اپنی کتاب ''زبدۃ الشمائل'' انہی دو نصیحتوں کے ذکر کرنے کے ساتھ ختم کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے علم کی توفیق اور قبولیت کی دعا کرتا ہے۔

بندہ ان دو نصیحتوں میں بجائے اپنے الفاظ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ کی کتاب ''خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی'' کے الفاظ کو من وعن نقل کرتا ہے:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ : قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ : إِذَا ابْتُلِيتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالأَثَرِ.

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ فقہاء اور صوفیاء میں بھی ان کا شمار ہے۔ بڑے شیخ عابد زاہد تھے اور حدیث کے حافظوں میں گنے جاتے ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں بڑے فضائل ان کے لکھے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی نوبت آئے تو منقولات کا اتباع کیجیو۔

ف: مقصود یہ کہ خود رائی اور اپنی عقل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اکابر کے کلام، احادیث اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتباع کرنا چاہیے۔ یہ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت ہے جو عام ہے، ہر فیصلہ کے متعلق یہی بات ہے، خواہ وہ فیصلہ قضاء کے قبیلہ سے ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو جیسا کہ ابھی گزرا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ ارشاد نصیحتِ عامہ کے قبیلہ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عام شرّاح شمائل کی رائے ہے۔ بندہ کے نزدیک اس باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے، اس لیے اس میں بھی اپنی رائے سے غتربود [یعنی گڑبڑ

اور گڈمڈ] نہ کرنا چاہیے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے بکثرت خوابوں کی تعبیریں نقل کی گئی ہیں۔

فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھ دار، متقی، پرہیز گار، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو، عرب کے لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ بہت سی شرائط اور آداب علمِ تعبیر کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ عَوْفٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: هَذَا الْحَدِيثُ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ.

ترجمہ: ابن سیرین کہتے ہیں کہ علم حدیث (ایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں۔ لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو؟

ف: ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے وقت کے امام اور مشہور بڑے تابعی ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علوم حاصل کیے۔ فنِ تعبیر کے بھی امام ہیں، خواب کی تعبیر میں ان کے ارشادات حجت ہیں۔ ان کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو اس کی دیانت، تقویٰ، مذہب، مسلک کی اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کر لو خواہ وہ کیسا ہی بے دین ہو، اس لیے کہ اس کی بد دینی اثر کیے بغیر نہیں رہے گی۔

بعض روایات میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مضمون کی تائید ہوئی ہے۔

یہ نصیحت عامہ ہے جیسا کہ پہلے نمبر پر گزر چکا ہے اور اس باب کے ساتھ بھی مناسبت ہو سکتی ہے کہ علم تعبیر بھی ایک اہم علم ہے، جب کہ خواب؛ نبوت کے اجزا میں سے ایک جزء ہوتا ہے تو اس کی تعبیر جتنی بھی مہتم بالشان ہو ظاہر ہے، اس لیے بغور دیکھا کرو کہ کس سے تعبیر لے رہے ہو وہ اس کا اہل ہے یا نہیں؟

اس مناسبت سے گویا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذکر کیا لیکن ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور احادیث کا مضمون خواب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر علم کو شامل ہے اور جتنا مہتم بالشان علم ہو گا اتنے ہی زیادہ واقف سے معلوم کرنے کی ضرورت ہو گی۔

اس ہمارے زمانہ میں جو قیامت کے بہت ہی قریب ہے ایک یہ بھی سخت مضرت کی بات ہو گئی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل، کتنا ہی بد دین ہو تھوڑی سی صفائی تقریر و تحریر سے علامہ اور مولانا بن جاتا ہے اور رنگین کپڑوں سے صوفی اور مقتدا بن جاتا ہے۔ عام لوگ ابتداءً ایک عام غلط فہمی کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور پھر اپنی ناواقفیت سے ان کا شکار بن جاتے ہیں۔ وہ غلط فہمی یہ ہے کہ عامۃ قلوب میں یہ سما گیا ہے کہ ”اُنْظُرُوْا اِلٰی مَا قَالَ وَ لَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ قَالَ“ (آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا کہا، یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کس نے کہا) حالانکہ یہ مضمون فی نفسہ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس شخص کے لیے ہے جو سمجھ رکھتا ہو کہ کیا کہا، جو کہا وہ حق کہا یا باطل اور غلط کہا؟

لیکن جو لوگ اپنی ناواقفیت دینی کی وجہ سے کھرے کھوٹے ، صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکتے ہوں ان کو ہر شخص کی بات سننا مناسب نہیں کہ اس کا نتیجہ مآل کار مضرت اور نقصان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دعویدار اگر ولایت، امامت، نبوت رسالت حتیٰ کہ خدائی تک کا بھی نعوذ باللہ دعویٰ کرے تو ایک گروہ فوراً

اس کا تابع بن جاتا ہے۔ والی المشتکیٰ وھو المستعان“[حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ختم ہوئی۔]

میں اللہ تبارک وتعالی کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ جس کریم ذات نے مجھ جیسے نالائق، کم علم اور سیاہ کار انسان سے ”زبدۃ الشمائل“ کے چند اوراق اپنے فضل سے تحریر کروا دیے۔

چکی نمبر4، سیل نمبر 3 اڈیالہ جیل راولپنڈی
26ربیع الثانی1422ہجری19جولائی2001ء
وقت4بج کر10منٹ سہ پہر

علماء کرام کے تاثرات

مفتی سعید احمد پالنپوری، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

مولانا نے خالص کھسن قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ کی تصانیف اور تقاریر سے ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ یہ تصنیف بھی قبولیت کا شرف حاصل کرے گی۔

ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، نائب صدر وفاق المدارس، جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

انداز بیان سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔ اہل علم کے علاوہ عام اردو خواں بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

مولانا عبد الحفیظ مکی، مکہ مکرمہ

مولانا مشکل مسائل ایسے بیان فرماتے ہیں کہ سطحی علم والا بھی اچھی طرح سمجھ جاتا ہے۔

مولانا نور الہادی، شاہ منصور صوابی

زبدۃ الشمائل علماء و طلبہ کے لیے عام فہم ہونے کے ساتھ مفید ثابت ہوگی۔

مفتی سیف اللہ حقانی، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا نے خوب شرح و تشریح کرتے ہوئے "شمائل ترمذی" کا حق ادا کیا ہے۔

پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، اسلام آباد

یہ کتاب آقا علیہ السلام کے عشق و محبت کو بڑھانے کے لیے ہے۔

صوفی محمد سرور، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بہت مفید کتاب ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہر خاص و عام کے لیے نافع بنائیں۔

مولانا ارشاد احمد، کبیر والا

یہ عظیم خدمت سب طبقوں کے لیے مفید ہے۔

صاحبزادہ عزیز احمد، [illegible]

یہ محنت اور کاوش برمحل اور بروقت ہے۔ مولانا محمد الیاس گھمن اہلسنت کا سرمایہ ہیں۔

مولانا زاہد الراشدی، گوجرانوالہ

ہماری نئی نسل کے لیے بیش بہا تحفہ ہے اور سب سے بڑی آئیڈیل شخصیت کا تعارف کراتی ہے۔

مفتی محمد حسن، لاہور

مولانا نے آقا علیہ السلام کی نورانی اداؤں کا حسین گلدستہ اس کتاب میں پیش کیا ہے۔

مولانا عبد الجبار، سرگودھا

کتاب کی تالیف جس غرض کے لیے کی، اس کو خوب خوب نبھایا ہے۔

مولانا محمد اکرم طوفانی، سرگودھا

پرفتن دور میں وقت کا تقاضا پورا کیا ہے۔